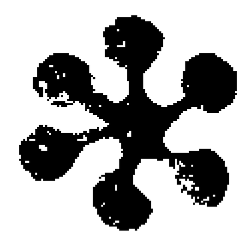

سیریز
خاص
نمبر
تابوت
کا
راز
اظہر کلیم

عمران سیریز

خاص نمبر

ثالوث کا راز

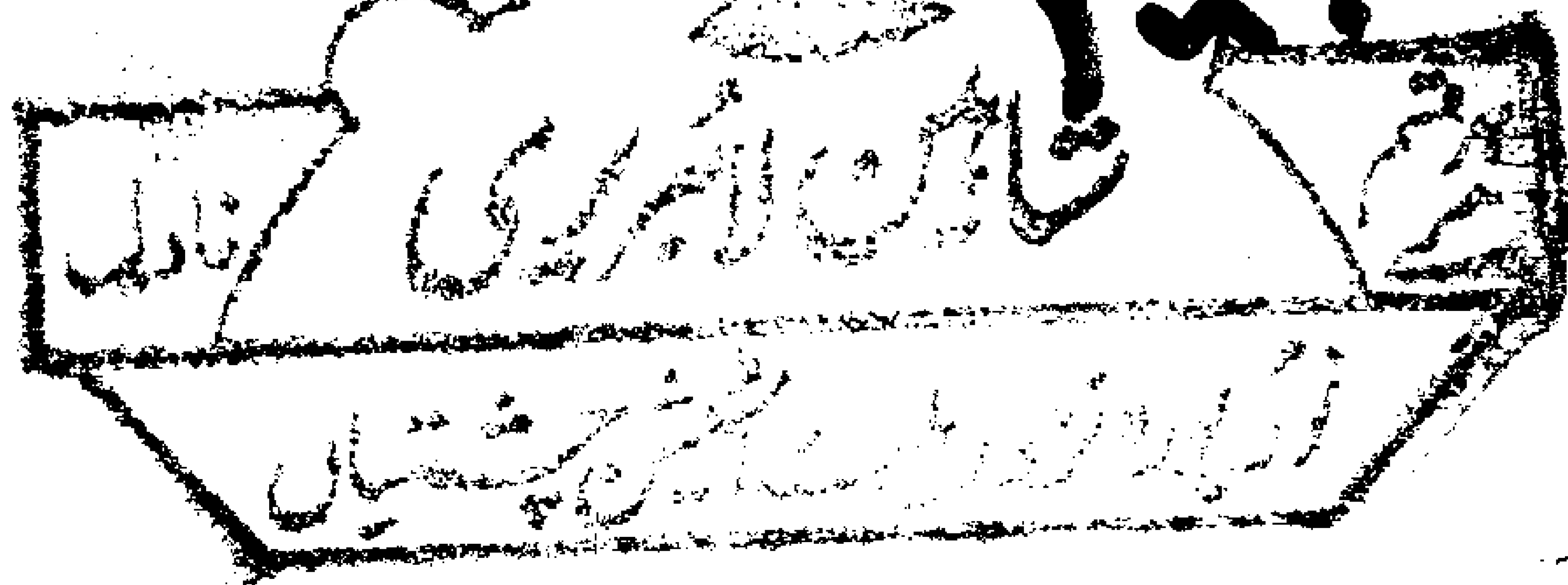


روبی پبلیکیشنز اردو بازار لاہور

خاص نمبر

ٹالورش کا راڈ

اظہر کلیم



اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئشنز قطعی فرضی ہیں. کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی. جس کے لیے پبلشرز، مصنف اور پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے.

ناشر ———— محمد شاہ جہان

پیشکار ———— عامر چوہان

اہتمام ———— قدوس خان آفریدی

قیمت ———— 15/- روپے

تزئین ———— ابن راہی

پرنٹرز ———— نیازی پرنٹنگ پریس لاہور

تعداد ———— اکیس سو

ڈیزائنر ———— شمس ملتانی

روبی پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبرستان پر چھائی ہوئی مسلسل خاموشی کسی انجانے حادثے کا ا
کرنے لگی۔

بوڑھا گورکن عجیب نظروں سے اپنے سامنے پڑے ہوئے تابوت ک
دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے کمرہ کو غور سے دیکھا۔ چاروں طرف چھائی ہوئی
پُرسکون خاموشی میں۔ اس نے لامحیط سناٹے پر ٹھنڈی سانس بھری۔ ا
نے کوٹھری میں رکھے ہوئے کدال کو دیکھا۔ اور پھر وہ باہر کی جانب لپکا۔ کی
اسے کوئی پکار رہا تھا۔

اس نے دور سے دیکھا۔ ایک نوجوان نظر آیا۔ بوڑھا گورکن اس
کے نزدیک چلا گیا۔

آپ کا نام کرانی ہے۔ آپ کے نام ایک پیغام ہے۔

اوہ ـــــ شاید میرے بیٹے نے بھیجا ہوگا۔ آؤ۔ اجنبی اندر آ
تم اندر بیٹھو اتنے میری بیٹی لوزا ابھی آ جائے گی۔

اچھا بزرگ ـــــ میں کچھ تھکا ہوا ابھی ہوں۔

آؤ ـــــ نوجوان میری چھوٹی سی کوٹھری میں تمھیں سکون بھی ملے

محبت بھی۔

اچھا ـــــ معزز بزرگ۔

یہ دونوں کوٹھری میں آ گئے۔ بوڑھا تیزی سے ایک تھرمس اٹھا لایا
اور نوجوان کو بہترین مشروب پیش کیا۔

نوجوان نے مسکراتی نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا اور بوڑھے کو دیکھنے
لگا۔

وہ پیغام تو دے دو نوجوان۔

اچھا ـــــ بزرگ ـــــ لو۔ اتنا کہہ کر وہ جیبیں ٹٹولنے لگا۔

بوڑھا متجسس نظروں سے نوجوان کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھنے
لگا۔ اور پھر اس نے نوجوان کو چونکتے دیکھا۔

پھر بوڑھے گورکن کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ساکت و
جامد نوجوان کو خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے جھریوں بھرے چہرے
پر فکر و تردد کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔

محترم بزرگ ـــــ اس سیاہ موت کو دیکھ رہے ہو۔ دیوار سے
لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔

لیکن میں نے جرم کیا ہے۔؟

نہ تمھارا کوئی جرم ہے اور نہ میں تم سے کوئی پرخاش رکھتا ہوں۔ صرف
ایک تھوڑی سی تکلیف دینی ہے۔

مگر تم کیا چاہتے ہو ـــــ؟

صرف تمہاری آنکھیں بند دیکھنا چاہتا ہوں۔

نوجوان پاگل ہو رہے ہو۔ ان بوڑھی ہڈیوں میں ابھی بہت طاقت ہے۔

سیدھی طرح اپنے آنے کا مقصد بتاؤ۔ اور اس ریوالور کو جیب میں ڈال لو۔

بوڑھے کے جسم میں اچانک ہی کرنٹ نجانے کہاں سے آگیا۔

بہت اچھے ـــــــ معزز بزرگ۔ واقعی تم بہادر بھی ہو۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تمھیں ایڑیاں رگڑتے ہوئے مرتا دیکھوں۔ نوجوان ریوالور انگلیوں پر نچاتے ہوئے مخاطب ہوا۔

اونہہ۔ موت سے تو نوجوان ڈرا کرتے ہیں میرے بچے۔

اب باتیں ختم میرے بزرگ۔ مجھے صرف اپنے ساتھیوں کا انتظار تھا سو وہ پورا ہو گیا۔

اسی وقت تین خوش پوش نوجوان اندر آگئے۔ انھوں نے معنی خیز نظروں سے بوڑھے کو دیکھا اور پھر سامنے کھڑے ہوئے نوجوان کو دیکھ کر مسکرا پڑے۔

دین آگئی ہے۔ اور باقی انتظام بھی مکمل کر لیے گئے ہیں۔

بہت اچھے۔

نوجوان بوڑھے کی طرف بڑھا۔

بوڑھا متجسس نظروں سے نوجوان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھنے لگا۔ اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کی چاپ اسے کسی فوجی یونٹ سے متعلق ظاہر کرنے لگی۔ بوڑھا گورکن حیران ہو گیا اور پھر اسی وقت اس کے سر کے پچھلے حصے پر پوری قوت سے ضرب پڑی۔ اور وہ وہیں زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

جمی۔ اس کی لڑکی بھی موجود ہے۔ اسے سنبھالو۔

اوہ۔ میں دیکھتا ہوں۔

جیسے ہی وہ باہر نکلنے لگا۔ اسی وقت ایک قیامت اندر چلی آئی۔

قیامت نے قہر آلود نظروں سے فرشتوں کو دیکھا اور حیران ہونے لگی ہو گی کہ اچانک اس کی نظر اپنے بوڑھے باپ پر پڑی اور پھر وہ چیخ مار کر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔

بہت اچھی چیز ہے۔ شکر ہے آج کی رات رنگین تو ہو گی۔

جلدی کرو۔ اس تابوت کو اٹھاؤ۔

اور انھوں نے لڑکی کی پرواہ کیے بغیر تابوت کو پکڑا اور چاروں اسے اٹھا کر باہر لے جانے لگے۔

لیکن اسی وقت پچھلے نوجوان کی کمر پر زوردار لات پڑی اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گرا۔ اور جتنی دیر تک یہ چاروں تابوت کو زمین پر رکھ کر دیکھتے۔ لڑکی کے ہاتھ میں ریوالور پہنچ گیا۔

اپنے ہاتھ جیبوں سے دور رکھو۔

لڑکی۔ کیوں موت کو آواز دے رہی ہو۔

جیسے ہی ان میں سے ایک نے جمپ لینا چاہا۔ فوراً انے ٹریگر دبا دیا اور پھر ایک ہولناک چیخ نے ان تینوں کو حیرت زدہ کر دیا یہ تینوں پیچھے ہٹ گئے۔

لڑکی نے دوسرا فائر کر دیا۔ دوسرے نوجوان نے بھی طویل چیخ ماری

پھر جیسے ہی اس نے تیسرے کو مارنا چاہا۔ چوتھے نے پھرتی سے جمپ لیا اور لڑکی کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ اور پھر اس نے درندگی کی حد کر دی۔ لڑکی کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔ جیسے ہی وہ لوزا کو گولی مارنے لگا۔ اس کے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

پاگل ہو رہے ہو ناری۔ یہ لڑکی پہلے ہماری پیاس بجھائے گی۔ ذرا غور سے دیکھو۔ یہ کنوارا سفید مرمریں جسم ——— یہ طلاطم خیز چٹانیں۔ ہمیں دعوت دے رہی ہیں۔

ہوں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔

اُنھوں نے لڑکی اور بوڑھے کو باندھ کر دین میں ڈالا اور تابوت کو دین میں رکھ کر ایک نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ اور پھر شفاف سڑکوں پر دین پھسلتی چلی گئی۔

ناری ایک ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے ایک خانے کو کھول کر اس میں سے وسھکی کی بوتل نکالی اور پھر وہ پوری بوتل بغیر سانس لیے چڑھا گیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو ایک قطرہ تک نہ دیا۔ شراب کی بوتل کو اس نے باہر پھینک دیا اور غور سے بیک مرر کو دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر کے لیے اس کے چہرے پر غم کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔ اس نے غور سے بندھی ہوئی لوزا کو قہر آلود نگاہوں سے گھورا۔

دین چلتی رہی اور پھر ایک بہت بڑے گیراج میں داخل ہو گئی۔ جیسے ہی دین اندر داخل ہوئی۔ گیراج بند ہو گیا اور کسی لفٹ کی مانند نیچے

کھسکنے لگا۔ نیچے ایک بہت بڑے ہال میں جا کر اس نے دین دوبارہ سٹارٹ کر دی اور پھر ایک جگہ گاڑی روک کر جمی اور اس کا ساتھی نیچے اترے۔ پھر ان دونوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور خود تابوت کو چند فوجیوں کے ساتھ اٹھا کر ایک تاریک کمرے میں پہنچ گئے۔

اسی وقت کمرے کے دروازے بند ہو گئے اور کسی طرف سے ایک گرج دار آواز ابھری۔

کیا یہی وہ تابوت ہے ——— کیا تمھارا تعاقب تو نہیں ہوا ؟

نو سر ——— یہی تابوت ہے۔ ہمارے خرید کردہ غلام نے اپنے ساتھیوں کے ڈر کے مارے اسی تابوت میں وہ چیز چھپا دی تھی۔ جمی نے مؤدب انداز میں اٹینشن ہو کر کہا۔

اونہہ۔ ٹھیک ہے۔ تمھیں اس کے متعلق ابھی اطلاع مل جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ اصلی تابوت نہ ہوا تو تمھارا جانتے ہو کیا حشر ہو گا۔ ہم ابھی مظفر کو بلوا کر اس کے بارے میں تصدیق کر لیتے ہیں کیونکہ اس کی زندگی کا دارومدار اس تابوت کے راز پر ہے۔

سر۔ آپ نے جس چیز کے بارے میں کہا۔ میں نے وہ آپ کو پہنچا دی۔ ہم حکم کے غلام ہیں۔

ویری گڈ۔ تم بہت گستاخ ہو۔ لیکن بہت بہادر ہو۔ اسی لیے ہم تمھیں سزا نہیں دینا چاہتے۔ کرسی نمبر ۹ پر بیٹھ کر ہمارے نئے احکامات کا انتظار کرو۔

او کے سر۔ جمی نے سیلوٹ مارا۔

یہ ایک فوجی تہہ خانہ تھا۔ سیکرٹ سروس آف آسابیلہ کا اہم مرکز.....
زمین دوز ملٹری سیکرٹ سروس کا دفتر۔ جس کا چند اہم کارکنوں کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔

جمی نے اندھیرے کمرے کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر اسی وقت کمرے میں آواز شروع ہو گئی۔

مبارک ہو۔ کیپٹن جمی۔ تم بہت خوش قسمت آدمی ہو —— جاؤ آج کی رات تمہاری ہے —— یہ وہی تابوت ہے۔ تمام نشانیاں درست مل گئی ہیں۔ صرف اس کے کھولنے کا طریقہ سمجھنا پڑے گا۔

یہ سب آپ کی تربیت کا اثر ہے سر —— بوڑھے گورکن اور اس کی لڑکی کے لیے کیا حکم ہے۔؟

ان دونوں کو ختم کر دیا جائے۔

اور سنو اگر اس تابوت کے راز سے پردہ ہٹ گیا تو تمھیں ترقی دی جائے گی۔

تھینکیو سر —— کیپٹن جمی نے سیلوٹ مارا اور باہر نکل آیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی جمی نے غور سے بندھی ہوئی نورا کو دیکھا اس کے چہرے پر معصومیت رقصاں نظر آئی۔ اور پھر اسی وقت تین چار فوجی اندر چلے آئے۔

انھوں نے غور سے نورا کے چھلکتے ہوئے مرمریں جسم کو دیکھا اور بھوکی

اندر سے ناگواری سے جواب ملا۔

دروازہ کھولنے کی آواز سنائی دی۔

جیسے ہی دروازہ کھلا۔ وہ شخص پستول دیکھ کر لرز گیا۔

آنے والے نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا اور پستول کا رُخ اس کی طرف کر دیا۔

میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جو پوچھوں گا صحیح بتاؤ گے ——

سموائیل کہاں ہے ——؟

اس نے غراتے ہوئے پوچھا۔

میں تو اسے جانتا تک نہیں۔ اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

میں نے تمھیں کہا ہے کہ جھوٹ مت بولنا۔ میں نے تمھیں اس کے ساتھ دیکھا ہے۔ آنے والے نے کہا۔

میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

سنو۔ میں رحم نہیں کرتا۔ اس نے ریوالور کو اوپر اٹھایا۔

" میں قسم کھاتا ہوں کہ مجھے کچھ نہیں معلوم"

وہ خوف سے سہما ہوا بولا۔

تم ایسے نہیں بتاؤ گے۔ جلدی بکو۔ ورنہ گولی مار دوں گا ——

آنے والے نے کہا۔

میں اپنے رب کی قسم کھاتا ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس نے اپنی بات کا یقین دلانا چاہا۔

اونہہ۔ تم یوں نہیں مانو گے۔ اس نے پھرتی سے اس کی پسلیوں میں لات رسید کی۔

ہائے مرگیا۔ وہ تڑپنے لگا اور ساتھ ہی منہ سے مغلظات بکنے لگا۔

خاموش رہو۔ اس نے اس کے چہرے پر ایک اور تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔

میں کچھ نہیں جانتا۔ اس نے اپنی پسلیوں کو دباتے ہوئے کہا۔

میں کہتا ہوں۔ شرافت سے جلدی بتاؤ۔ ورنہ پسلیاں توڑ دوں گا۔ اس نے غرا کر کہا۔

میں واقعی اسے نہیں جانتا۔ وہ روتے ہوئے بولا۔

ہوں۔ آنے والا کچھ سوچنے لگا۔

میں تین کے بعد گولی مار دوں گا۔ اس نے ریوالور کے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ مضبوط کر دیا۔

میں ایک بار نہیں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اور نہ ہی کچھ بتاؤں گا۔ اس نے پرسکون ہوتے ہوئے جواب دیا۔

اوہ ـــــــ ایک ـــــــ دو ـــــــ وہ غور سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تاکہ کچھ تو پتہ چل سکے اور پھر جب اس کو بالکل ہی اس کی طرف سے مایوسی کی امید ہوتی نظر آئی تو پھر اس نے تین کہا اور ٹریگر دبا دیا۔

شوں کی آواز کے ساتھ ہی وہ ایک چیخ مارتا ہوا الٹ گیا۔

وہ اس کو دیکھنے لگا جو اپنا بازو جو خون میں تر ہو گیا تھا خون کو بند کرنے کے لیے اس کو دباتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

کیا اب بھی بتاؤ گے۔ اس نے ریوالور کو دوبارہ اس کی طرف کر دیا تمہارا نام غالباً مہندر ہے۔

میں بتاتا ہوں۔ میرا نام مہندر ہی ہے۔ پہلے پانی پلا دو۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

پانی کہاں پر ہے۔؟ اس نے پوچھا۔

باتھ روم میں سے لا دو۔

اس نے درد کی شدت سے بیتاب ہوتے ہوئے کہا۔

اونہہ۔ تو تم یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہو۔

نہیں مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ صرف ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ اس نے درخواست کی۔

نہیں اس وقت تک پانی نہیں ملے گا۔ جب تک تم مجھے سب کچھ نہیں بتاؤ گے۔ اس نے کہا۔

اچھا ـــــــ وہ میرے پاس آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ اس نے مجھے صرف اتنا بتایا کہ میں ان کا سودا یہاں کی مقبوضہ حکومت سے کر رہا ہوں۔ مجھ سے وہ پیپر لینے آیا تھا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد وہ مجھے دھمکی دے کر چلا گیا۔ مہندر نے اسے بتایا۔

اوہ۔ اس میں [illegible] اور [illegible] کیا بتا سکتے ہو۔

میں واقع سچ کہہ رہا ہوں۔ مہندر نے کہا۔

تم بکواس کرتے ہو۔ میں آخری بار سوال کروں گا۔ اس کے بعد رحم نہیں کروں گا۔

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔

وہ اس وقت کہاں ہوگا۔ یہی میرا آخری سوال ہے۔

وہ مجھے بتا کر نہیں گیا۔ اور پھر غدار آدمی اپنے راز دوسروں کو نہیں بتایا کرتے۔ مہندر نے کہا۔

اونہہ۔ غدار آدمیوں سے سودا کیا جا سکتا ہے۔ وہ سودے کے بارے میں تم سے مشورہ بھی لے سکتا ہے۔ لیکن تمھیں یہ بتا کر نہیں گیا وہ اس وقت کہاں ہوگا۔

میں کچھ نہیں جانتا۔ تم مجھے گولی مار دو۔ تمھیں اپنے خدا کی قسم ہے۔ مجھے گولی مار دو۔ مہندر گڑگڑایا۔

اونہہ۔ تم یہ بتاؤ جمی کون ہے ___؟ اور یہ پانڈرے کون ہے۔ اس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

کیا کہا ___؟

جمی پانڈرے۔ وہ ایسے اچھلا جیسے اسے شاک لگا ہو۔

پانڈرے ہرکاش کیا ایک ہی شخصیت کے دو نام نہیں ؟

مگر تم کیسے جانتے ہو کہ یہ دونوں الگ نام نہیں ہیں۔ مہندر نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

تم کیا سمجھتے ہو کہ میں اتنا ہی بے وقوف ہوں کہ تمھارے سکون کو نہ سمجھ سکوں۔

اس نے پھر سے ایک ٹھوکر اس کے ہاتھ پر رسید کی۔ اور پھر اس نے دو تین ٹھوکروں میں اسے بے ہوش کر دیا۔ مخصوص رگ دباتے ہی اس نے ایک ہچکی لی اور وہ خاموش ہوگیا۔

اس نے اس کو ایک طرف چھپایا اور خود باہر نکلا اور پھر وہ ایک لیٹرین میں داخل ہوگیا۔ لیٹرین میں داخل ہوتے ہی اس نے شاور کھول دیا۔ اپنی واچ کو اس نے ہاتھ سے کھولا اور پھر اس کے نچلے حصے کو اس نے دبایا ایک کھٹکا ہوا اور ساتھ ہی ایک ننھا سا بلب روشن ہوگیا۔

ہیلو نمبر ٹو اسپیکنگ۔ نمبر پلیز اوور۔

یس ۱۲۰ اٹینڈنگ اوور۔

کیا پوزیشن ہے۔ مختصر بتاؤ اوور

بہت خراب ہے جناب۔ ابھی تک ناکامی ہی ناکامی ہوئی ہے۔ تابوت کے ساتھ ہی گورکن اور اس کی لڑکی بھی غائب ہے۔ اوور۔

اونہہ پھر ایسا کیا کر رہے ہو اور کہاں سے بول رہے ہو اوور

میں نے [illegible] گرا دی ہے۔ اس وقت میں ایک پبلک سے بول رہا ہوں اوور۔

اچھا کیلے ___ ان لوگوں سے بالکل رعایت نہ برتو۔ اذیت کی انتہا کر دو یا ختم کر دو۔ اوور۔

اس کی تلاشی تو ضرور لی ہوگی اوور۔

تلاشی مکمل لے لی گئی ہے صرف تھوڑی سی کامیابی ہوئی ہے جس سے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا اوور۔

اونہہ۔ میں بھی یہاں ناکام رہا ہوں اوور۔

میرے لیے کیا حکم ہے سر اوور۔

میرا انتظار کرو میں آرہا ہوں۔

بہتر جناب۔ میں انتظار کر رہا ہوں اوور۔

خدا حافظ۔ اوور اینڈ سٹاپ۔

تنویر نے ٹرانسمیٹر بند کیا۔

اور پھر وہ جیسے ہی باہر نکلا۔ اس نے کسی کے گھسٹنے کی آواز سنی۔ اس نے باہر دیکھا اور وہ حیران رہ گیا جب اس نے مہندر کو تقریباً دوڑتے ہوئے دیکھا۔

تنویر اس کے پیچھے لپکا۔

مہندر نے ایک ٹیکسی پکڑی۔

تنویر نے بھی دوسری ٹیکسی پکڑی اور تعاقب شروع ہو گیا۔

اس نے سوچا اگر اسے پتہ چل گیا تو کیا ہوگا۔ اس نے تن بہ تقدیر کے مصداق اپنی کار کی اسپیڈ بڑھا دی۔

اسی وقت اسے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے غور سے ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھا۔ اور پھرتی سے ٹیکسی ڈرائیور کو دبوچ لیا۔ دوسرے لمحے اس

نے اسے نیچے پھینک دیا۔ تنویر نے اسٹیرنگ سنبھال کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

تنویر اسپیکنگ سر اوور۔

۸ اا اسپیکنگ سر اوور۔

کیا بات ہے جلدی بتاؤ۔

اس کا پتہ لگ گیا جناب اوور۔

اوہ۔ مگر میں اس وقت ایک اور شخص کا پیچھا کر رہا ہوں۔ جس کے ساتھی کا۔ شاید تم اسے جانتے ہو اوور۔

لیکن سر۔ اگر وہ اس وقت نکل گیا تو پھر مشکل سے ہاتھ آسکے گا۔ اوور۔

او کے۔ رپورٹ دیتے رہنا۔ اوور۔

میں آپ کا ملٹری ایریے کے قریب انتظار کر رہا ہوں۔ اوور۔

تنویر نے کچھ دیر سوچا اس نے تعاقب بھی جاری رکھا۔

دوسرے لمحے اس کو ایک ترکیب سوجھ گئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر کسی اور کو کال کی۔

تنویر کالنگ مسٹر یوسف اوور۔

یس یوسف اٹنڈنگ اوور۔

تم اس وقت کہاں ہو اوور

میں آپ کے حکم کے مطابق ہوٹل میں انتظار کر رہا ہوں اوور۔

اچھا۔ تم فوراً چیرنگ کراس پہنچو۔ صرف پانچ منٹ دیتا ہوں اوور۔

بہتر جناب۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ اوور۔

تنویر نے اگلی کار کی ہیڈ لائٹس کو دیکھا۔ چیرنگ کراس تیسرا چوک تھا۔ اس نے پانچ منٹ کا وقت اسے ٹھیک ہی دیا۔

اس نے پیچھے دیکھا پھر گھڑی کو دیکھا جس میں پورے چار منٹ اور تیس سیکنڈ ہوتے نظر آئے۔ اس کو یوسف کی اس چستی پر حیرانی ہوئی وہ موٹر سائیکل کو دوڑائے آتا نظر آیا۔

اسے پھر اشارہ موصول ہوا۔

یوسف اسپیکنگ اوور۔

اوہ —— آگے ایک کار کی بیک لائیٹس نظر آرہی ہیں نا اوور اس نے پوچھا۔

جی ہاں۔ اوور۔

یہی مہندر ہے۔ اس کا تعاقب کرنا ہے اوور۔

بہتر جناب۔ آپ بےفکر رہیں۔ میں اس سے جونک کی مانند چمٹ جاؤں گا۔ اوور۔ یوسف نے کہا۔

خدا حافظ۔

تنویر نے ٹیکسی واپس موڑلی۔ اس نے پوری رفتار سے ٹیکسی کو بھگانا شروع کر دیا۔ اس تین چار منٹ میں ہی پورا راستہ طے کر لیا۔

ملٹری چھاؤنی سے بہت دور اس کو نجم کھڑا نظر آیا۔ اس نے ٹیکسی کو دور چھپا دیا اور خود اس کے پاس پہنچ گیا۔

کیا پوزیشن ہے۔ ہ کہیں گیا تو نہیں۔ تنویر نے پوچھا۔

نہیں جناب۔ میں صرف آپ کا ہی انتظار کر رہا ہوں۔ یہی سیکرٹ سروس کا آفس ہے۔

دروازہ تو کہیں نظر نہیں آرہا۔ اندر کس طرح داخل ہوں گے۔

میں نے ایک ترکیب سوچ لی ہے جناب۔ جہاں ہم نے جانا ہے وہ جگہ یہاں سے کافی دور ہے۔ میری موٹر سائیکل ٹھیک رہے گی۔ یہاں پہرہ سخت ہے۔ وہاں اس سے کم ہوگا۔ نجم نے اسے بتایا۔

چلو جیسے تم چاہو۔

تنویر پیچھے بیٹھ گیا۔ نجم نے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور وہ تیزی سے پیچھے کی طرف مڑ گیا۔

تنویر سوچ میں غرق ہو گیا۔

موٹر سائیکل پوری رفتار سے بھاگتی رہی۔ اور تنویر کے ذہن میں ایک انجانا سا خوف رینگنے لگا۔ اس نے اپنی چھٹی حس کو معنی خیز نظروں سے خطرے کا الارم الاپتے سنا۔ اس نے اپنا قیاس دوڑایا لیکن اس کے ذہن نے جواب دے دیا۔

آپ خاموش ہیں جناب۔ کچھ بات ہی کریں۔ نجم نے تنویر سے کہا۔

میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ شاید ایسا نہ ہو۔

آخر کیا سوچ رہے ہیں ہمیں تو بتائیں۔ نجم نے اپنائیت سے کہا۔

سوچ رہا ہوں کہ ہماری زندگی بھی کیسی ہے۔ اگر یہاں مر جائیں تو دفن کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

تنویر نے اصل بات کو چھپاتے ہوئے من گھڑت قصّہ شروع کر دیا۔
لیکن جناب ۔ اس زندگی میں مزہ ہے ۔ ایک لطف ہے ۔ خونی خواہش
نجم نے جواب دیا۔
اچھا خیر۔ یہ بتاؤ کاغذات مظفر ہی کے پاس ہوں گے ۔ یا اس
نے سودا کر لیا ہوگا۔
شاید ایسا ہو بھی گیا ہو۔ کیونکہ یہاں وہ ہمارا لیڈر تھا۔ دوسرے
جب ہم لوگ اس کا پیچھا کر رہے تھے تو اس نمبر ایک سوئس تابوت میں کاغذات
چھپا دیئے تھے ۔
لیکن اس نے ایسا کیوں کیا۔ کیا اسے ہم سے کوئی شکایت پہنچی ۔
تنویر نے پوچھا۔
دولت کا لالچ بری چیز ہے جناب ۔
نجانے کیسے لوگ ہیں جو دولت سے ایمان بیچ دیتے ہیں۔ تنویر نے
اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔
عورت اور دولت تو بڑے بڑے زاہدوں کا ایمان خرید لیتی ہے۔
نجم مسکرایا۔
وہ لوگ بھی ایسے ہوں گے جو بک جاتے ہیں۔ تنویر نے کہا۔
ہم اور آپ جیسے ہی انسان ہوتے ہیں۔
ہوسکتا ہے۔ کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔ تنویر نے بات پلٹ دی۔
نجم نے ایک جگہ موٹر سائیکل روک دی۔ اور تنویر کو بتانے لگا کہ

یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ملٹری سیکرٹ سروس کی ایک ایسی گزرگاہ ہے
جہاں سے ہم آسانی سے اندر داخل ہو سکتے ۔
یہاں بھی پہرہ ہے ۔ تنویر نے پوچھا۔
آپ بے فکر رہیں۔ میں ابھی ان دونوں کو ٹھکانے لگاتا ہوں۔
ٹھہرو۔ تم یہاں رکو۔ میں کروں گا اس کام کو۔ تنویر نے کہا۔
نہیں جناب۔ وہ دو ہیں۔ پھر اکٹھے کیوں نہ چلیں ۔
میں کہتا ہوں تم یہاں کھڑے رہو۔ میں اشارہ کروں گا۔ تنویر نے بتایا۔
آپ حق تلفی کر رہے ہیں۔ نجم کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات پھیل
گئے۔
پھر کبھی اپنا حق ادا کر دینا۔ تنویر نے اسے مسکراتے ہوئے کہا۔
تنویر نے اِدھر اُدھر غور سے دیکھا۔ پھر اس نے ایک طرف کو چھلانگ
لگائی۔
اب اس نے زمین پر لیٹ کر رینگنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے
وہ تیزی سے رینگتا ہوا ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ وہ غور سے ان کی
حرکتیں دیکھتا رہا۔
ابھی اس نے ان کی طرف بڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اسے فوجیوں کی
سرگوشی سنائی دی۔ جوں جوں یہ گفتگو سنتا رہا اس کے چہرے پر حیرت کے رنگ
بکھرتے چلے گئے۔ اس کی آنکھوں سے خون چھلکنے لگا۔
اس نے پھرتی سے جمپ لیا۔ کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔ دونوں

فوجی چونکے۔

ایک فوجی چونکنے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

تنویر ایک طرف دبک گیا۔

فوجی اس کے سر پر پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب آیا تنویر نے اس کی گردن دبوچ لی۔ دو تین جھٹکوں کے بعد فوجی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے برین گن کو قابو کیا اور اٹھ کر دوسرے فوجی کی طرف چل پڑا۔

دوسرا فوجی اسے پاگلوں کی طرح تلاش کرتا نظر آیا۔ اس نے بالکل اس کے سر پر پہنچ کر گن کا وار کیا۔ فوجی کا مغز پاش پاش ہو گیا۔

تنویر نے مخصوص اشارہ کیا۔ نجم اس کے قریب آگیا۔

اوہ۔ دوں کو ختم کر دیا ——؟

اس نے حیرت سے پوچھا۔

کیا انہیں زندہ چھوڑ دیتا۔ تنویر نے غراہٹ سے جواب دیا۔

آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا جناب۔ اب اگر کوئی اس طرف آنکلا تو کیا ہوگا۔ نجم نے تنویر کو سمجھایا۔

تم صرف خاموش رہو گے۔ سمجھے۔ تنویر غرایا۔

تنویر نے دوسری برین گن اسے دی۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک درندگی چھپی ہوئی تھی۔ یہ دونوں ملٹری سیکرٹ سروس کے اندر پہنچ گئے اور ایک کیبن کی طرف بڑھے۔ اسی وقت ایک فوجی نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ ان کی طرف بڑھا۔

تنویر نے نجم کو اشارہ کر دیا۔ نجم نے پھرتی سے فوجی کو دبوچ لیا۔ تنویر نے سائیلنسر لگا ریوالور بھی نکال لیا۔ نجم نے اسے دبوچ کر ختم کر دیا۔ اسی دوسرا فوجی بھی اس طرف آنکلا۔ تنویر نے اس کے سر کا نشانہ لیا۔ وہ بغیر ڈھیر ہو گیا۔

انھوں نے ان کی وردیاں اتاریں اور خود پہن کر انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اسی وقت نسوانی چیخوں کی آوازیں پھر سسکیاں سنائی دیں۔ تنویر نے چاروں طرف دیکھا اور پھر آواز کی طرف لپکا۔

جمی نے چونک کر لڑکی کو چھوڑتے ہوئے ٹوٹنے والے حصے
طرف دیکھا۔ اور پھر اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کی ایک لکیر
چلی گئی۔ اس نے جیسے ہی میز کے پیچھے چھپنا چاہا۔ اسی وقت تنویر کی ا
حرکت میں آئی۔ اور جمی کی ایک طویل چیخ گونجتی چلی گئی۔

باہر والوں کی دوڑتی اور بوکھلائی ہوئی آوازیں انہیں محسوس ہوئیں۔

تنویر نے غور سے لڑکی کو دیکھا۔ دوسرے لمحے اس نے پلنگ کی
چادر لڑکی کی طرف اچھال دیا۔

اب دروازہ زور سے پیٹا جانے لگا۔

اب کیا ہوگا جناب۔ نجم نے حیرت اور خوف سے لبریز آواز میں
کہا۔

ہونا کیا ہے۔ ایک عزت تو بچائی ہے۔ اب اپنی جانیں بچانی ہیں
تنویر نے کہا۔

لیکن سر۔ یہ تو وہی شخص ہے۔ جسے آپ یہاں تلاش کرنے آئے
ہیں۔ یہ ہی جمی ہے جو آپ کے سامنے مرا پڑا ہے۔ نجم نے تنویر کو بتایا۔

۔ لیکن اب کیا ہوگا۔ چلو ایک پوائنٹ سے تو ہاتھ دھونے پڑے۔ تنویر

وقت پورے ملٹری ایریے میں خطرے کے الارم بج اٹھے
ر کے چہرے پر ایک عزم ایک فاتح مسکراہٹ چھا گئی۔ البتہ نجم
رہا تھا۔

والوں نے وارننگ دینی شروع کر دی۔

یہاں سے تو اب نکلنا مشکل ہے جناب۔ نجم نے ٹوٹے ہوئے
سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ یہ انہی کیبنوں کے پیچھے چھپتے ہوئے
بن کو بہت دور چھوڑ آئے۔

ئی ترکیب سوچو دوست۔ تنویر نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرا ذہن ماؤف ہوگیا ہے جناب۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کا پہلا موقع
۔ نجم نے اپنی نزدلی کا اظہار کر دیا۔

اوہ ——— اچھا ——— تو ایک ترکیب ہے۔ تنویر نے کچھ سوچتے
ے کہا۔

ایک ایسی جگہ چھپے ہوئے تھے جہاں پر کسی کی نظر بہت کم پڑتی۔ ویسٹرن
پے گندگی کے ڈھیروں نے انہیں اپنے پیچھے پناہ دے دی۔

فوجیوں کی دوڑتی اور موٹر سائیکلوں کی بھاگتی آوازیں ان کے ذہنوں پر
مسلط کرتی رہیں۔

کونسی ترکیب ہے جناب۔ نجم نے بے قراری سے پوچھا۔

ابھی بتاتا ہوں ۔ ذرا اس ترکیب کے تانے بانے جوڑلوں ۔تنویر نے غور سے ایک طرف دیکھا۔

اور پھر تنویر نے اسے ترکیب بتائی۔

نجم کے چہرے پر خوف کی بجائے حیرانگی اور خوشی کے تاثرات چھا گئے ۔ وہ عجیب سی نظروں سے تنویر کو دیکھتا رہا۔

سنو ——— لڑکی۔ ادھر آؤ۔ تنویر نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

وہ ڈرتی ڈرتی آگے کو کھسکی۔

تنویر نے اسے بھی سرگوشی کے انداز میں بتایا۔ اس نے پہلے تو پریشان نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ پھر وہ مان گئی۔ اس کے چہرے پر خوف کی علامتیں تھیں۔

ان دونوں نے لڑکی کو آگے کیا۔ یہاں سے نکلے۔ وردیاں اُنھوں نے درست کر لیں۔

جیسے ہی سامنے پہنچے اسی وقت ان کے چاروں طرف برین گنیں تن گئیں وہ لوگ غور سے انہیں دیکھنے لگے۔ اور پھر اسی وقت وہ سب مودب ہو گئے۔

سامنے ہی سے ایک میجر ان کی ان کی طرف لپکا۔ اس نے ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ سپاہی ان کی وردیوں پر حیران نظر آئے۔

انہیں فرار کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ لہٰذا اُنھوں نے خاموشی سے خود

لات کے دھارے پر چھوڑدیا۔

تم کون ہو ——— ؟

میجر نے درندگی سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

شاید تمہاری آنکھیں کمزور ہیں ۔ ان وردیوں کو بھی نہیں پہچانتے ۔ تنویر نے غرا کر سوال کیا۔

دونوں فوجی مردہ پائے گئے ہیں۔ جن کی وردیاں تمہارے ناپاک جسموں پر ہیں۔ آفیسر چیخا۔

اونہہ۔ چلو اچھا ہوا۔ تمھیں ہماری درندگی کا احساس تو ہوا۔ تنویر نے کہا۔

انہیں گرفتار کرلو۔ اور کیبن نمبر تین میں بند کردو۔ میجر چیخا۔

او کے سر۔ سیلوٹ کے ساتھ ہی ان لوگوں کی پیٹھ سے برین گن کی نال لگ گئی۔

ان دونوں کو کیبن میں بند کر دیا گیا۔

لیکن تنویر کے ذہن میں ایک نیا احساس ہوا۔ اس نے نجم کو حیرانگی سے دیکھا۔ جس کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔ مگر ابھی کچھ دیر پہلے وہ خوف سے لرز رہا تھا۔ اس نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور نجم کو دیکھنے لگا۔

لڑکی پھر سے خوفزدہ ہوگئی۔

یہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچو۔ تنویر نے نجم سے کہا۔

آپ سوچیں میں عمل کرنے کو تیار ہوں۔ نجم نے تنویر کو معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

اونہہ۔ اس پہرے دار کو اندر بلاؤ۔ میں نے سوراخ سے جھانک کر باہر کا نظارہ کر لیا ہے۔ جلدی کرو۔ تنویر نے کہا۔

بہتر جناب۔ نجم نے درد سے تڑپنا شروع کر دیا۔

اسی وقت پہرے دار اندر آیا۔ اسے کیا ہوا ہے۔؟ اس نے کھردرے لہجے میں تنویر سے پوچھا۔

تنویر نے نہایت ہی آرام سے اٹھتے ہوئے اسے اشارہ کیا۔ جیسے ہی فوجی نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ تنویر نے پھرتی سے اسے تھام لیا۔ پھر دو تین جھٹکوں میں وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

تم اس کی وردی اتار دو۔ جلدی کرو۔ تنویر نے کہا۔

تنویر نے فوجی کی وردی اپنے جسم پر فٹ کی اور اس کی برین گن سنبھالی۔ پستول اس نے نجم دیا۔

اس طرف سے جلدی نکلو۔ تنویر نے بوٹ کے تسمے باندھتے ہوئے کہا۔

بہتر جناب۔ نجم کے چہرے پر خوفناک مسکراہٹ عود آئی۔

جیسے ہی [illegible] نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے [illegible] حیرت کے تاثرات چھا گئے۔ اس کے سامنے نجم [illegible] کھڑا نظر آیا۔

آپ [illegible] سے نہیں جا سکتے۔ وہ [illegible]۔

وہ ——— نجم اگر یہ ڈرامہ ہے تو تمہاری اداکاری خوب ہے اگر اداکاری نہیں تو پھر یہ غداری بھی خوب ہے۔ تنویر نے کہا۔

آپ سے پہلے اداکاری سمجھ لیں۔ لیکن اب فرض۔ مائی ڈیر تنویر۔ نجم کا گستاخ ہوگیا۔

ویری گڈ ——— بہت خوب ——— اچھی اداکاری کر لیتے ہو۔ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ، برین گن چھوڑ دیں۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔

اگر انکار کر دوں تو واقعی گولی مار دو گے ——؟ تنویر نے پوچھا۔

میں پستول سے آپ کو چھلنی کر دوں گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ میرے باس کو ختم کیا ہے۔ نجم نے راز کھول دیا۔

مجھے تم سے یہی امید تھی مسٹر نجم۔ تم گولی چلاؤ۔

برین گن پھینک دو۔ ورنہ۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسٹر نجم تم نے میرے متعلق کچھ سنا ہی نہیں۔

تو پھر ٹھیک ہے۔ اس نے ریوالور کے ٹریگر پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

کوشش کرو۔ میرے دوست۔ کیا تم گولی چلا سکتے ہو۔

تو پھر یہ لیں۔ اس نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ لیکن ٹھس کی آواز کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ نجم جتنی دیر حیرانگی سے ریوالور کے حدود اربعہ پر غور کرتا۔ تنویر نے برین گن کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ وہ بوکھلا گیا۔

تم نے اپنے باس کو تو مرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن افسوس تم اپنی موت کو نہ دیکھ

سکو گے۔ تنویر کے چہرے پر خوفناکی امڈ آئی اس نے برین گن کا رُخ اس زخمی کی طرف کر دیا۔ اور پھر انتہائی مہارت اور مشاقی سے اس برین گن کی باڑھ اس کے حلق میں اتار دی۔ جتنی دیر تک اس کی آواز گو تنویر نے لڑکی کو اٹھایا اور پھر وہ تیزی سے کیبن کے پچھلے حصّے کی طرف چلا گیا۔ خوش قسمتی سے اس طرف دور اسے صرف دو پہریدار نظر آئے۔ نے جلدی سے ان کی طرف لپکنا مناسب سمجھا۔ اس نے لڑکی کو کچھ سمجھایا بھاگتی ہوئی ان پہرے داروں کی طرف لپکی۔

تنویر چھپتا ہوا ان کے پیچھے لپکا۔ کیونکہ وہ دونوں لڑکی کی طرف دیکھنے لگ

ٹھہرو لڑکی۔ تم کون ہو۔ ایک فوجی نے پوچھا۔

مجھے بچاؤ۔ وہ مجھے مارنا چاہتا ہے۔ لڑکی نے گھبرائے لہجے میں شاندار ایکٹنگ کی۔

اوہ۔ مگر تم اس وقت۔ وہ اس کے جسم کو غور سے دیکھتا ہوا بولا مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔

بہت خوب۔ تم ہمارے ساتھ رہ سکتی ہو۔ اس نے لڑکی کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ یہ لوگ شاید اندر ہونے والے حادثے سے بے خبر معلوم ہوتے تھے۔

جیسے ہی ان دونوں نے لڑکی کو چلنے کا اشارہ کیا۔ ان کے پیچھے برین گن لگ گئی۔ جیسے ہی ایک نے ہاتھ بڑھایا۔ تنویر نے اس کی پاکٹ سے ریوالو نکال لیا۔ اور پھر ایک ہی گولی سے وہ فوجی زمین پر اوندھا ہو گیا۔

دوسرا تقریباً خوفزدہ ہو گیا۔

تمھاری موٹر سائیکل کہاں ہے۔؟ تنویر نے دوسرے سے پوچھا۔

تم شاید باغی گوریلے ہو۔؟

اس نے موٹر سائیکل کی چابی دیتے ہوئے کہا۔

تنویر نے چابی لی اور پھر وہ فوجی بھی زمین پر اوندھا ہو گیا۔

اسی وقت اسے گاڑیوں کی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ تنویر نے لڑکی کو پیچھے بٹھایا اور پھر اس نے طوفانی رفتار سے موٹر سائیکل کو بڑھانا شروع کر دیا۔

پیچھے سے گولیاں برسنے لگیں۔

وہ گولیاں برسا رہے ہیں۔ دیکھ کر چلاؤ۔ لڑکی نے کہا۔

پرواہ نہ کرو۔ تم چوکس ہو کر بیٹھو۔ اس موٹر سائیکل کو لہریئے دیتے ہوئے کہا۔

تمھاری جان خطرے میں ہے۔ اس نے کہا۔

اس وقت میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تنویر نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔

مجھے یہاں چھوڑ دو۔ تم میرے لیے اتنا کچھ کیوں کر رہے ہو۔

یہ بعد کی بات ہے۔ ویسے ابھی میں ان کے ہاتھوں مرنا نہیں چاہتا۔

آخر تم مجھ سے چاہتے کیا ہو۔ اتنی بہادری کیوں دکھا رہے ہو۔ لڑکی نے پوچھا۔

کیا اس سوال کا جواب اسی جگہ ضروری ہے۔ تنویر نے پیچھے دیکھا۔

تنویر نے موٹر سائیکل کچے میں اتار دی۔ فوجی اس سے کافی دور رہ گئے تھے۔ اس نے ایک جھاڑی میں موٹر سائیکل چھپا دی۔

میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ لڑکی چیخی۔

بکواس بند کرو۔ خاموش رہو۔ تنویر غرایا۔

میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی وہ ایک طرف کو کھسکتے ہوئے بولی۔

میں تمہیں یہاں ہی دفن کر دوں گا۔ تنویر نے ریوالور نکال لیا۔

تم ظالم ہو۔ درندے وحشی ہو۔ میری عزت لوٹنا چاہتے ہو۔ لڑکی نے روتے ہوئے کہا۔

خاموش رہو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ تنویر نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف بھاگتا چلا گیا۔ لڑکی اس کے ساتھ تقریباً گھسٹتی ہوئی چلی گئی۔ لڑکی نے اپنے ہاتھ کو چھڑانے کی کوشش کی جب اس سے یہ نہ ہو سکا تو اس نے سسکنا شروع کر دیا۔ تنویر نے اسے ڈانٹا۔ تو اس نے غصے سے اس کی طرف دیکھا پھر وہ چیخی۔ بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔

اس کی چیخ نے تنویر کے رہے سہے اوسان خطا کر دیئے۔

اوہ۔ تنویر نے برین گن اس زخرے سے لگا دی۔

اس نے تنویر کے منہ پر تھوک دیا۔ تنویر نے پوری قوت سے چانٹا اس کے گال پر رسید کیا۔ لڑکی کے چہرے پر انگلیوں کے نشان دنیا کے نقشے کی مانند نقش ہو گئے۔ تنویر نے اسے اٹھایا اور پھر پوری قوت سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ چھپتا چھپاتا ایک کچے سے مکان کے پچھلے حصے کی طرف بڑھا۔ تیزی

سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی کو اس نے مسہری پر پٹخ دیا۔

مجھے جانے دو۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ لڑکی روتی ہوئی بولی۔

اس وقت کہاں جاؤ گی۔ تنویر نے پوچھا۔

جہاں بھی جاؤں۔ تم کون ہو پوچھنے والے۔ اس نے تنویر کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سوچ لو۔ وہ تمہاری بوٹیاں کتوں سے نچوائیں گے۔ اذیت ناک اور بے عزتی کی موت کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ تنویر نے اسے سمجھایا۔

میں اس دنیا میں اکیلی ہوں۔ تم بھی اچھے آدمی نہیں ہو۔ لڑکی نے سسکتے ہوئے کہا۔

بکواس بند کرو۔ تنویر نے دوسرا تھپڑ رسید کی۔ اس کے دل نے چاہا کہ اس کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دے۔

لڑکی سسکیاں بھر کر روتی رہی۔ تنویر نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ سسکتی رہی۔ تنویر اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر تنویر نے اس کے بالوں کو پکڑا دوسرے لمحے اس نے اسے سینے سے لگا لیا۔ لڑکی نے پہلے تو ردّ کیا پھر وہ اس کے سینے سے چمٹ گئی۔

اب تو یہاں سے نہیں جاؤ گی۔ تمہاری عزت میری عزت ہے۔

جی۔ اس نے حیادار نظروں سے تنویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تم مجھے برا سمجھتی ہو۔ لیکن میں برا ہوتا تو تمہیں وہیں ختم کر دیتا۔ یا پھر جو کچھ وہاں ہوا وہی کرتا۔ تنویر نے سمجھایا۔

تم اکیلے رہتے ہو کیا۔ ؟ لڑکی نے پوچھا۔

میرے ساتھ میرے ساتھی بھی ہیں۔ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لڑکی خاموش ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ وہ تنویر سے آنکھ نہیں ملا رہی تھی۔

کیا نام نہیں بتاؤ گی۔ تنویر نے اس سے پوچھا۔

میرا نام نورا ہے۔ اس نے عجیب سے انداز میں شرماتے ہوئے کہا۔

اوہ۔ بڑا ہی عجیب نام ہے۔ خیر۔ میں تمہیں نجمہ کہا کروں گا۔

نجمہ۔ اس نے خوش ہوتے ہوئے اپنا نام لیا۔

کیا پسند آیا نام ۔۔؟ تنویر نے اس سے پوچھا۔

وہ نہایت ہی محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اور تنویر کے دل میں پھلجھڑیاں سی چھوٹنے لگی۔ وہ مسکرا اٹھا۔ مجھے تنویر کہتے ہیں۔ تنویر نے خود ہی نام بتا دیا۔

وہ کچھ شرما سی رہی تھی۔ تنویر نے اسے اپنی کہانی شروع کر دی۔ لڑکی اسے قربان ہو جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

تنویر نے اپنی گھڑی کو دیکھا۔ ابھی تک اسے اپنے ساتھیوں کی اطلاع نہیں مل سکی تھی۔ اس نے کئی بار انہیں کال کرنا چاہا۔ لیکن ہر بار ناکامی ہوئی۔ اسے ابھی تک یوسف کا پتہ نہیں ملا تھا۔ اب وہ اسے کال کرنے لگا۔ نجمہ اس کے لیے چائے بنانے چلی گئی۔

ہیلو۔ ہیلو۔ اپریشن ۲.. کالنگ اوور۔

کافی دیر بعد تنویر کو کامیابی ہوئی۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ یس ون۔ وائی اٹنڈنگ اوور۔

تم اب تک کہاں ہو۔ اوور۔

یہاں شہر میں فوجیوں نے دھاندلی مچائی ہوئی ہے۔ بہت ظلم ہو رہا ہے۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔

کیا مطلب۔ تفصیل بتاؤ۔ اوور۔

فوجیوں نے پورے شہر میں لوگوں پر ظلم شروع کر دیا ہے۔ وہ چند فوٹو پھر رہے ہیں۔ اوور۔

اوہ۔ وہ کیوں۔ اوور تنویر نے پوچھا۔

چھاؤنی میں کسی فوجی نے ایک کمانڈنگ آفیسر اس کے نائب اور دوسرے فوجیوں کو قتل کر دیا ہے۔ اوور۔

اوہ۔ تنویر نے چونکتے ہوئے کہا اوور۔

سنا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی لڑکی بھی دیکھی گئی ہے۔ جاتے جاتے مشرقی کی طرف دو فوجیوں کو بھی ختم کر دیا۔ اس کی موٹر سائیکل مغرب کی طرف کچے میں گئی۔ فوجیوں نے ان کے شک میں لوگوں کو پکڑنا شروع کر دیا ہے۔ اوور۔

اوہ۔ تم تو محفوظ ہو۔ اوور۔

میں بالکل خیریت سے ہوں جناب۔ اوور۔

اچھا۔ تم جلدی پہنچو۔ اس کا کیا رہا۔ تنویر نے پوچھا۔

ناکامی۔ جناب۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ اوور۔

تنویر نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

اسی وقت نجمہ چائے لے کر آگئی۔

تنویر نے اس سے چائے لے کر رکھ لی اور غور سے سوچنے لگا۔

نجمہ نے چائے بنا کر دی۔

اور پھر تنویر کے اصرار پر اس نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ تنویر کے
پر ہمدردی کے سائے لہراتے چلے گئے۔ تنویر نے اس کو محبت بھری
سے دیکھا۔

نجمہ کے چہرے پر حزن و ملال کے سائے لہراتے چلے گئے۔

تنویر کا دل رونے کو چاہا۔ لیکن وہ ضبط کر گیا۔

اسی وقت دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔

تنویر چونک اٹھا۔ اس نے نجمہ کو ایک طرف چھپا دیا اور خود ا
پھرتی سے ریوالور لوڈ کیا۔ دروازے کی طرف بڑھا۔ یہ کچی جگہ باہر
آتی تھی۔ ورنہ یہ تو ان لوگوں کا مسکن تھا۔ مگر اس وقت کی اس کھٹ
نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ جبکہ خطرہ اس کے چاروں طرف خیمہ زن

اس نے اندر داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ اس نے کاؤنٹر پر پڑے ہوئے رجسٹر کو اٹھا۔ اسی وقت اس کی کنپٹی سے ریوالور لگ گیا بوڑھے نے پھرتی سے گھوم کر نہایت کمال صفائی سے اس کے ہاتھ سے ریوالور اس طرح چھین لیا جیسے دودھ میں سے مکھی۔

بوڑھا خطرناک نظروں سے گھورنے لگا۔

اس طرف بیٹھو۔ بوڑھے نے ریوالور سے اشارہ کیا۔

تم کون ہو؟ نوجوان نے غراتے ہوئے بے بس لہجے میں پوچھا۔

خاموش بیٹھے رہو۔ ورنہ۔ شاید تم مجھے نہیں جانتے۔ بوڑھا غرایا۔

تم یہاں بغیر اجازت آئے ہو۔ شاید تم بھی یہاں کے اصولوں سے ناواقف ہو۔ نوجوان نے کہا۔

مظفر الدین کہاں ہے۔ بوڑھے نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

میں اسے نہیں جانتا۔ نوجوان نے بے خوفی سے کہا۔

نوجوان ——— مجھے آرتھر کہتے ہیں۔ آرتھر۔ بوڑھا غرایا۔

آرتھر ——— اس نے لرزتے ہوئے اس نام کو دہرایا۔

ہاں۔ اب تم جھوٹ نہیں بولو گے۔ آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں واقعی اسے نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ ویسے یہاں کوئی منظفر نہیں ہے۔

اونہہ۔ تم شاید خوراک چاہتے ہو۔ آرتھر نے اسے گھورا۔

تم خود تلاش کر سکتے ہو۔ نوجوان نے کہا۔

نوجوان ——— آرتھر نے لیفٹ ہک انتہائی طاقت سے رسید کی۔ نوجوان کے منہ سے خون جاری ہوگیا۔

جلدی بکو۔ ورنہ دانت توڑ دوں گا۔ آرتھر چیخا۔

میں کچھ نہیں جانتا۔ ورنہ ضرور بتاتا۔ نوجوان نے اٹکتے ہوئے کہا۔

جلدی بولو۔ آرتھر نے ایک ٹھوکر رسید کی۔ نوجوان الٹ کر دوسری طرف گرا۔ نوجوان نے اٹھنا چاہا لیکن اسی وقت آرتھر نے دوسری ٹھوکر رسید کی۔ نوجوان دوبارہ الٹ کر گرا۔ اس نے اٹھنے کی ناکام کوشش کی۔ لیکن بوڑھا اسے خونی نظروں سے گھورنے لگا۔

بولو جلدی۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ آرتھر نے پوچھا۔

میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ پہلے مجھے مار کر دیکھ لو۔

اونہہ۔ بہت سخت جان ہو میرے دوست۔ آرتھر غرایا۔

شاید تم اپنے آپ کو سخت جان سمجھتے ہو۔ نوجوان نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

بہت خوب۔ جلدی بتادو۔ میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ ورنہ ضرور بتادیتا نوجوان نے کہا۔

اونہہ۔ تم اس طرح نہیں مانو گے۔ آرتھر نے اسے بڑی مشکل سے کھڑا کیا۔ اور اسے دیوار کے ساتھ ٹکا دیا۔

جلدی بکو۔ میں بہت مصروف آدمی ہوں۔

میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ چاہے مجھے گولی ماردو۔

اوہ۔ یہ لو۔ آرتھر نے ریوالور اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ اور پھر نوجوان کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ اس کے آگے کے تمام دانت ٹوٹ گئے۔ اور وہ رحم طلب نظروں سے آرتھر کو دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے وحشت زدہ نظروں سے ریوالور کو دیکھا۔ اسی وقت اس کی طویل چیخ نکلی۔ اور نوجوان پیٹ پکڑے دوہرا ہوکر تڑپنے لگا۔ آرتھر نے اسے دیکھے بغیر دروازہ کھولا۔ اور باہر آکر ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو سیدھا چلنے کا کہہ کر سیٹ سے ٹیک لگالی۔

کس طرف چلنا ہے ——؟

یہاں کے کسی اچھے بدنام اڈے پر لے چلو۔

اوہ۔ وہ لوگ بہت خطرناک ہیں جناب۔ گولی مار کر لاش کی بے حرمتی کرنا ان کا مشغلہ ہے۔

تم ان کے ایجنٹ تو نہیں ہو ——؟

میں ایجنٹ نہیں ہوں۔ آپ کے فائدے کی بات کر رہا ہوں۔ نجانے اس وقت میں تم جیسے لوگ اکھڑ کیوں ہو جاتے ہیں۔

اونہہ۔ مجھے اسی جگہ لے چلو۔ میں دیکھوں گا وہاں کیا ہوتا ہے۔

زندگی کا بیمہ کرا لیا ہے تو ضرور لے چلوں گا۔

بکواس نہ کرو۔ ورنہ تمہارا بیمہ کرا دوں گا۔

ڈرائیور نے غصے میں آکر ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے موڑ کاٹتی ہوئی ایک ویران سے محلے کے اندر جا کر رک شہر سے دور ایک احاطہ میں کوارٹر ٹائپ چند مکان اسے عجیب سے ڈرائیور اس کے ساتھ ہی رہا۔ ایک آدمی نے انہیں ایک کمرے میں لا دیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو غور سے دیکھتے رہے۔ اسی وقت دروا اور ایک سرخ و سفید یورپین اندر آگیا۔ اس کی آنکھیں خدا کی پناہ بہ بھیانک محسوس ہو رہی تھیں۔

یورپین کی نظریں آرتھر پر جم گئیں۔

آرتھر محتاط انداز سے کھڑا ہو گیا۔

یہ گستاخ کون ہے؟ اجنبی ہے تو ہم سے معافی مانگ لے۔

باس۔ یہ آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور شاید اس ساتھی تھا۔ خوفزدہ ہو کر بولا۔

تم جاؤ۔ میں اس سے اکیلے میں ملوں گا۔ میرے قریب آجاؤ۔

آرتھر جچے تلے قدموں سے آگے بڑھا اور پھر اس نے پھرتی سے کے منہ پر بیفٹ ہک رسید کر دیا۔ یورپین اچھلتا ہوا دور جا گرا یور پھرتی سے اٹھ کر ریوالور نکال لیا۔ آرتھر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل

یورپین نے فائر کر دیا۔ آرتھر نے پھرتی سے کرسی اس کے ہاتھ پر دے ی۔ گولی ایک میز کی سطح کو کھرچتی ہوئی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ ریوالور یورپین ہاتھ سے چھٹ کر دور جا گرا۔

بوڑھے۔ مجھے بل ڈاگ کہتے ہیں۔ بُل۔

آئی۔ ایم آرتھر

بہت اچھے۔ تم واقعی بہادر آدمی ہو۔

ہو سکتا ہے۔

دونوں ایک دوسرے کو درندوں کی مانند گھورتے رہے اور پھر بل نے ے سے آرتھر کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا۔ آرتھر پھرتی ڑا ہوا اسی وقت بلڈاگ نے جھپٹ لیا اور آرتھر کو اپنے شکنجے میں یا۔ آرتھر نے پوری طاقت صرف کر دی لیکن وہ بل کے شکنجے سے نہ نکل سکا۔ پھر آرتھر نے جسم کو سکوڑا اور سر کے پچھلے حصے کو زور سے بل کی ناک پر ر دیا۔

بلڈاگ بلبلا اٹھا اور اس کی گرفت چھوٹ گئی۔

آرتھر نے طویل قہقہہ لگایا۔

تم بہت بہادر آدمی ہو دوست۔ اور میں بہادروں کی قدر کرتا ہوں۔

اوہ۔ ابھی سے شکست مان گئے۔

نہیں آرتھر مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ ورنہ ———— اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔

نہیں دوست پہلے اس سے کرنٹ ختم کر دو۔

اوہ - بہت چالاک اور ذہین بھی ہو۔

دوسرے لمحے آرتھر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

وہ باہر اس انداز سے بیٹھا تھا کہ دروازہ پر اس کی نظر رہے ۔ اسی وقت بلڈاگ کے دوسرے کمرے سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھ کر آرتھر نے جمپ لیا اور اندر کمرے میں داخل ہو گیا۔ جانے والے آدمی نے جیسے ہی آرتھر کو دیکھا جلدی سے چھپنا چاہا۔ لیکن اسی وقت آرتھر اس کے سر پر پہنچ گیا۔

ہینڈز اپ۔

یہ آدمی شکل وصورت سے غنڈہ نظر آیا۔ وہ آرتھر کی شکل دیکھ کر کانپنے لگا

اسی وقت آرتھر نے اس کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

جانتے ہو میں کون ہوں — ؟

میں بالکل بے قصور ہوں۔ میرا یہی قصور ہے کہ مظفر میرا دوست تھا

میں جانتا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ کاغذات کا سودا بھی تمہاری معرفت ہوا ہے۔ اور تابوت کی سکیم بھی تمہارے ذہن کی پیداوار ہے ۔ بتا سکتے ہو کہ میں تمہارا کیا حشر کروں گا . . . . لیکن اگر اس سے پہلے تم سب کچھ صاف صاف بتا دو تو اچھا رہے گا۔

مجھے بالکل نہیں معلوم۔ میں کچھ نہیں جانتا۔

اونہہ۔ تو لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ۔ اسی وقت آرتھر کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی ۔ وہ بازو کو پکڑتا
لگا۔

جلدی بکو ورنہ ختم کر دوں گا۔

بتاتا ہوں۔

آرتھر نے ریوالور کو نیچے کر لیا۔

اس نے خون سے تر ہوتے ہوئے بازو کو دیکھا اور پھر آرتھر کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔

اور پھر جیسے ہی وہ کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنے لگا۔ اسی وقت آواز آئی

ریوالور پھینک دو۔ دوست۔

آرتھر نے پھرتی دکھانی چاہی لیکن اسی وقت شوں کی آواز کے ساتھ گویا اس کے ریوالور کو گراتی چلی گئی۔

آرتھر نے ریوالور چھٹنے کے بعد اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

آرتھر نے ایک بار پھر چالاکی دکھانے کی کوشش کی۔ لیکن ایک بار پھر پیچھے والوں نے اپنی محتاطی کا ثبوت دے کر اس کے تمام حربے ناکام کر دیئے۔

مسٹر آرتھر۔ تمہاری چالاکی کے تمام راستے مسدود ہو گئے ہیں۔

اونہہ۔ پاگل ہو رہے ہو۔ تم میرا اب بھی کچھ نہیں کر سکتے۔

بہت اچھے آؤ میرے ساتھ۔ اسے ساتھ لے کر آؤ۔ دوسرے آدمی کو انھوں نے باندھ لیا

آرتھر نے ہاتھ گرا کر پیچھے کھڑے ہوئے بلڈاگ کو خونی نظروں سے دیکھا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔

آرتھر یہ میرا آدمی ہے۔ مگر اس نے تمھارا کیا قصور ہے۔

مجھے ایک کیس کے سلسلے میں اس کی تلاش ہے۔

بہت اچھے۔ لیکن ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں پہلے مجھے بتانا چاہیے تھا۔

اس آدمی سمیت یہ دونوں کمرے میں آگئے۔ اسی وقت آرتھر نے بلڈاگ کو دھکا دیا اور خود بھی گر پڑا۔ شوں کی آواز کے ساتھ ہی کسی سائیلنسر لگے ریوالور نے اس شخص کے مغز کو پھاڑ کر رکھ دیا۔

بلڈاگ نے پہلے تو خونی نظروں سے آرتھر کو دیکھا اور پھر جب اسے اصل حقیقت معلوم ہوئی تو وہ مسکرا اٹھا۔

وہ شخص خون سے لت پت ایک طرف پڑا تھا۔

آرتھر نے پھرتی سے کمرے سے نکلنا چاہا۔ لیکن اسی وقت بلڈاگ کھڑا ہو گیا۔

گھبراؤ مت۔ تم نے میری زندگی بچائی ہے۔ اور گولی مارنے والا میری مرضی کے بغیر اس عمارت سے باہر نہیں نکل سکتا۔

وہ کس طرح دوست۔

لازمی بات ہے۔ میرا ہی کوئی آدمی غدار ہو گیا ہے۔

اونہہ۔ دیکھو لو۔ کہیں ہم منہ ہی نہ دیکھتے رہ جائیں۔

ڈونٹ وری مائی ڈیئر فرینڈ۔

اس سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

شراب پیو گے۔؟

بہت دیر بعد آیا خیال۔ چلو آیا تو سہی۔

میں سوچ رہا تھا۔ شاید تم شراب نہیں پیتے ہو۔

چلو پھر۔ صرف سگار منگوا دو۔ شراب پھر سہی۔

یہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی رام کہانی سنانے لگے۔

بلڈاگ کے چہرے پر لامحیط سکون دکھائی دیا۔ اسی وقت ایک شخص اندر آگیا۔ وہ تقریباً پریشان اور خوفزدہ دکھائی دینے لگا۔

کیا بات ہے۔ میں بزدل اور کام چور لوگوں کو ناپسند کرتا ہوں۔

وہ جناب۔ کوئی آدمی نہیں۔ میں نے کونہ کونہ چھان مارا ہے۔

بکواس بند کرو۔ وہ یہاں سے نکل کر نہیں جا سکتا۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں باس وہ باہر کا آدمی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

تم سب ساتھیوں کو لے کر میرے کمرے میں آجاؤ۔ میں یہ غداری کبھی ں کر سکتا۔ اور پھر میرے دوست کو تم سب لوگوں کی ضرورت بھی

جلدی آؤ۔

تھوڑی دیر بعد وہاں تقریباً دس بارہ آدمی جمع ہو گئے۔ ان کے چہروں پر کرختگی اور جری پن نمایاں نظر آرہا تھا۔

بلڈاگ نے سب کو قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے آرتھر کو دیکھا اور پھر فرش پر پڑی ہوئی لاش کو دیکھنے لگا۔

اس لاش کو دیکھ رہے ہو ——— غور سے پہچانو۔ یہ ہمارا ہی ساتھی ہے۔

لیکن اس کی لاش اب عبرت بن گئی ہے۔

باس۔ آپ حکم کریں۔ ہم اس کا انتقام لیں گے۔

سنو۔ اسے سائیلنسر لگے ریوالور سے میرے کمرے میں میری موجودگی میں قتل کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایسا کرنے والا میرا اپنا ہی خاص آدمی ہو سکتا ہے۔ او[ر] وہ غدار بھی ہو گیا ہے۔

بلڈاگ نے ایک ایک کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی قہر اور رعب چھا گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے درندگی ایک درندے کے روپ میں جلوہ گر ہونے والی ہے۔

ساتھے۔ تمھارے چہرے پر پسینہ کیوں آگیا ہے۔ ؟

ایسی کوئی بات نہیں۔ صرف آپ کے غصے سے خوف آرہا ہے۔

اونہہ۔ وہ شخص بہت بہادر بھی ہے۔ میری موجودگی میں قتل کرنے کے باوجود بھاگا بھی نہیں ہے ——— بلڈاگ کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھری اور معدوم ہو گئی۔

تم سب جا سکتے ہو۔ صرف ساتھے یہاں رہے گا۔ میں ساتھے سے ضروری بات کروں گا۔

یہ سب لوگ باہر نکل گئے۔ آرتھر ایک کوچ پر بیٹھا ہوا سگار پینے میں مصروف رہا۔ لیکن اس کے چہرے پر کچھ پریشانیاں ضرور محسوس ہو[رہی] ہیں۔

ساتھے۔ تمھاری اور میری کوئی دشمنی تو نہیں ...

باس۔ میں نے کون سی غلطی کی ... ہے۔

... ہے۔

صرف غلطی نہیں کی۔ بلکہ دھوکہ کیا ہے۔ ایک قتل کر کے اپنا راز چھپانا چاہا۔

میں بالکل بے قصور ہوں باس۔

تو پھر سچ سچ اگل دو۔ ورنہ میں سب کچھ اگلوا لوں گا۔

باس۔ آپ مجھ پر الزام دھر رہے ہیں۔ میں آپ کا وفادار ہوں۔

دوسرے لمحے شوں کی آواز ابھری اور ساتھے خون میں لت پت نظر آیا۔ بلڈاگ نے پسندیدہ نظروں سے آرتھر کو دیکھا اور پھر وہ پرسکون ہو کر اس کی لاش کو دیکھنے لگا۔

یہ ایک مہرہ ہے جس کا کام قتل کرنا ہے۔ یہ کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔

یہ میں بھی جانتا ہوں لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ اس نے میرا ساتھی ختم صرف اس لیے کر دیا کہ کہیں وہ تمھارے مطلوبہ آدمی کا پتہ نہ بتا دے۔ دوسرے دوست۔ اب مجھے اپنے آپ پر بھی شک ہو چلا ہے۔ میرا ساتھی غدار کبھی نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ غدار کیسے ہو گیا۔

ہو سکتا ہے۔ کوئی مجبوری ہو۔ اور مجبوری فروخت ہو سکتی ہے۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میرا ساتھی غدار نہیں ہو سکتا۔

اونہہ۔ تو پھر کوئی چکر ہو سکتا ہے۔ آرتھر اچھل کر کھڑا ہو گیا اور ساتھے کی گردن ٹٹولنے لگا۔ اور پھر اس کا ہاتھ ایک جگہ رک گیا۔ اس نے نہایت احتیاط سے ایک ابھرتی ہوئی جگہ کو پکڑا اور پھر بلڈاگ حیرانگی سے چہرے سے علیحدہ ہونے والی ایک جھلی کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور پھر جب چہرہ صاف ہوا تو بلڈاگ کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر خون جوش مارنے لگا۔ اس نے جھلائے ہوئے شیر کی مانند زمین پر پاؤں مارا ——— اسی وقت ایک چپٹی ناک والا اندر آگیا۔

اس ذلیل لاش کو لے جاؤ۔ ناگر۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔ مجھے تو یہ کوئی
جاسوس لگتا ہے۔

باس۔ یہ جاسوس ہی ہے۔ لیکن یہ کیا چکر ہے۔

یہ تو شکر ہوا آرتھر نے اسے پہلے ختم کر دیا ورنہ . . . . . میں اس کی
موت کو اذیتناک بنا دیتا۔

باس۔ یہ تو سیکرٹ سروس کا آدمی ہے۔ ایک بار میری اور اس کی
جھڑپ بھی ہوئی تھی۔

یہ میرے ساتھیوں میں شامل ہو کر ہماری جاسوسی کرتا رہا۔ اور ہمیں خبر
تک نہ ہوئی۔

باس۔ ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔ ورنہ مفت میں مارے جائیں گے۔

نہیں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ میں دیکھوں گا یہاں کی غلام حکومت
میرے لیے کیا کر سکتی ہے۔ میں ان لوگوں کے لیے عذاب بن جاؤں گا۔ وہ
غرا کر واپس پلٹا۔

میں تمہارے ساتھ ہوں بل۔ آؤ ان لوگوں کے لیے قہر الٰہی بن جائیں۔

تو پھر مجھے اپنے ساتھیوں کی ضرورت نہ ہوگی۔

نہیں باس۔ یہ ظلم نہ کریں۔ ہم آپ کو نہیں چھوڑ سکتے باس۔

میرے بعد تم یہاں کے باس ہو گے۔ تم میرا ساتھ ضرور دو گے اور
سنو آج کے بعد تمہارا ہاتھ مظلوم کی حمایت میں ظالم کی گردن تک پہنچے گا۔

ٹھہرو دوست۔ جلد بازی اچھی نہیں ہوگی۔ ہم لوگ ایک گروہ کی شکل

میں ابھریں گے۔ اور سب سے پہلے تم میرا ایک کام کرو گے۔ ہمیں ایک
تابوت کو تلاش کرنا ہوگا۔

کیسا تابوت ___ ؟

ہمارے ایک ساتھی نے یہاں کی حکومت سے چند کاغذات کا سودا
کر لیا۔ ہمیں اس کے متعلق علم ہو گیا۔ لیکن جب ہم نے اس ساتھی کو پکڑا تو
اس نے خوف کے مارے وہ کاغذات ایک تابوت میں چھپا دیئے۔ وہ
تابوت اس نے اپنی مرضی سے بنوایا۔ اس کے کئی خانے ہیں جو خفیہ نمبروں
کو ترتیب میں لائے بغیر نہیں کھل سکتے۔

اوہ۔ یہ چکر ہے۔

پہلے پوری بات سنو۔ وہ ساتھی پہلے ہی حکومت کی پناہ میں چلا گیا۔ جب
ہمیں تابوت کا پتہ چلا تو ہم نے اس جگہ کا رخ کیا۔ لیکن وہاں سے تابوت
غائب ہو گیا۔ بعد میں میرے ایک ساتھی نے اطلاع دی کہ تابوت حکومت
کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور وہ عنقریب منظر سے اس کا راز معلوم کر لیں
گے۔ لہٰذا میرے ساتھی اس اپنے ملک دشمن ساتھی کی تلاش میں ہیں
تاکہ اسے جلدی ختم کر دیا جائے۔ اس کے بعد تابوت کا راز۔ راز ہی
رہے گا۔ اتنی دیر تک ہم تابوت ضرور حاصل کر لیں گے۔

اوہ۔ میرے دوست۔ میں اب کچھ تمہارے متعلق کبھی سوچنے
پر مجبور ہوں۔

نہیں دوست۔ مجھ سے ایک حکومت نے معاوضہ پر یہ کام سپرد

کر دیا۔ اس لیے میں جان کی بازی لگا رہا ہوں۔

اونہہ۔ اب بے فکر رہو انشاءاللہ مظفر اب زندہ نہیں رہ سکے گا۔

تنویر نے نہایت ہی آہستگی سے کنڈی کھولی اور جھٹکے سے وازہ کھول دیا۔ اسی وقت یوسف دھب کے انداز سے اندر آگرا۔ اس سر اور بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ تنویر نے دروازہ بند کر دیا اور خود اس کو نے لگا۔ اسی وقت نجمہ بھی آواز سن کر باہر آگئی۔

اس کی بینڈیج کر دو۔ جلدی کرو۔ تنویر نے کہا۔

اور پھر یوسف کی بینڈیج کر دی گئی۔

کیا ہو گیا تمھیں۔ تنویر نے اس سے پوچھا۔

اُنھوں نے مجھے پکڑ کر مارا۔ اور چھوڑ دیا۔ میں بڑی مشکل سے یہاں ک آسکا ہوں۔ یوسف نے کہا۔

اسی وقت ارشد بھی آگیا۔ وہ غور سے دیکھنے لگا۔

اونہہ۔ ارشد تم اب کیا کرو گے۔ تنویر نے پوچھا۔

میں آج سے بارکوں میں کوشش کروں گا۔ کیونکہ مظفر الدین کو وہاں ہی کھا ہوگا۔ ارشد نے کہا۔

اونہہ۔ مجھے ٹرانسمیٹر پر پل پل کی اطلاع دو گے۔ تنویر نے کہا۔

بہتر جناب۔ میں نے شیخ کی ڈیوٹی لگا دی ہے۔ اس لڑکی کی نگرانی وہی
ے گا۔ ارشد نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں بھی چلتا ہوں۔ تنویر نے ارشد کو حکم دیا۔

تنویر سیدھا لڑکی کے کمرے میں پہنچا۔ وہ ایک بار پھر الماری کے پیچھے
پ گئی تھی۔ اس کو دیکھ کر وہ باہر آ گئی۔

تم کھانا کھاؤ گی۔ تنویر نے اس سے پوچھا۔

میں نے کھا لیا ہے۔ اس نے غور سے تنویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تم لڑنا جانتی ہو ---؟ تنویر نے پوچھا۔

نہیں --- ! عورت کبھی بھی لڑ نہیں سکتی۔ اس نے جواب دیا۔

اوہ --- یہاں تمہارا کوئی رشتہ دار ہے ---؟

میرا یہاں کوئی نہیں ہے --- ! میں گام پور کی رہنے والی ہوں۔ والدہ
میری کو ان درندوں نے غدر میں ختم کر دیا۔ میں میرا والد اور میرا بھائی بچے
تھے۔ اب والد صاحب بھی مر گئے۔ ایک بھائی ہے جو لڑ کر لندن گیا ہوا ہے
میں اور بابا یہاں آ گئے۔ غلط تقسیم کی وجہ سے دولت کے زور پر ہمارے
اس ٹکڑے کو ان لوگوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر جو کچھ ہوا تمھیں معلوم
ہے۔ لڑکی خاموش ہو گئی۔

اوہ --- تو کیا تم میرے ساتھ پاکستان چلو گی ---؟ تنویر نے پوچھا

میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میری خواہش ہے کہ میں وہیں پہ مروں۔
نجمہ نے کہا۔

لیکن کیا تم میرے ساتھ رہ سکو گی۔ تنویر نے پوچھا۔

تم۔ ان کی طرح عزت کے لٹیرے تو نہیں ہو۔ میں تمہارے ساتھ پوری
زندگی گزار سکتی ہوں۔ تم میرے محسن ہو۔ وہ بولی۔

بہت خوب۔ تو پھر میں اب نجمہ ہی کہوں گا۔ کہو کیسا نام ہے گا۔ تنویر
نے پوچھا۔

جیسے آپ کہیں۔ وہ مسکرا اٹھی۔

تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے پھول مسکرا اٹھے ہوں۔

اچھا میں اب چلتا ہوں۔ اس نے شیخ کو آواز دی۔

کیا حکم ہے جناب۔ شیخ نے اندر آ کر پوچھا۔

ان کو پستول چلانا سکھا دو۔ اور لڑائی کے کچھ داؤ بھی۔ سمجھے۔ تنویر
نے کہا۔

بہتر جناب۔ آؤ بہن۔ شیخ نے نجمہ سے کہا۔

میں اب چلتا ہوں۔ ہر بات کی اطلاع مجھے ٹرانسمیٹر پر دو گے۔ تنویر
نے کہا۔

بہتر جناب۔ شیخ نے کہا۔

تنویر باہر چلا گیا۔ وہ حیران تھا کہ ابھی تک ایکس ٹو نے اسے کال کیوں
نہیں کی۔ اور پھر اس نے پیدل ہی چلنا شروع کر دیا۔ کافی دور تک وہ چلتا
رہا۔ اس نے ہر آدمی کو غور سے دیکھا۔ لیکن کوئی بھی مشکوک آدمی نہ مل
سکا۔ اور پھر یہ ایک ہوٹل کی طرف بڑھا۔

ہوٹل میں صرف چند آدمی موجود تھے۔ وہ ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔ اسی وقت ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی۔ تنویر چونک اٹھا۔ اس نے ایک بہرے کو بلا لیا۔

باہر کیا ہوگیا ہے۔؟ تنویر نے پوچھا۔

ایک غنڈے نے تین فوجیوں کو ختم کر دیا۔ فوجیوں نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔ اور مار رہے ہیں۔ بہرہ نے کہا۔

اوہ۔ تنویر نے کہا۔

تنویر نے گیٹ سے باہر آکر اس طرف دیکھا۔ فوجی ایک شخص کو بری طرح مار رہے تھے۔

اس نے غور سے دیکھا اور پھر اس کی ذہنی رو بہک گئی۔ اس نے تیزی سے قدم بڑھائے۔ یہ چار فوجی تھے۔ یہ ان کے قریب پہنچ گیا۔

کون ہو تم۔؟ ایک فوجی دہاڑا۔

آدمی ہوں۔! پوچھنے آیا ہوں اسے کیوں مار رہے ہو۔؟ تنویر نے کہا۔

یہ اس کا ہی ساتھی ہے۔ مارو اسے دوسرا فوجی غرایا۔

اسی وقت تنویر نے ریوالور نکال لیا۔ اور پھر ان چاروں کو چونکنا پڑا۔

خبردار اگر ایک قدم بھی چلے تو گولی مار دوں گا۔ ہتھیار پھینک دو۔ تنویر دہاڑا۔

گے آجاؤ دوست۔ یہ سب ہتھیار اٹھا لو۔ تنویر نے کہا۔
ن پوچھتا ہوا اٹھا اور پھر برین گن سنبھال کر کھڑا ہوگیا۔ وہ ان سب
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
ے تین فوجیوں کو مارا ہے۔ ان کو بھی ختم کر دو۔ تنویر نے کہا۔
ے وقت اس شخص نے ان کو تڑپنے کا موقع تک نہیں دیا۔ اور پھر
ت زوں زوں کی آواز نے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا یہ دونوں بھاگتے
وں میں سے ہوتے ہوئے ایک کاٹج میں جا گھسے۔ انھوں نے
ڑک کی طرف نظر دوڑائی دو فوجیوں کو سڑک گھیرے میں لیتے
ھا۔ جیسے ہی انھوں نے پیچھے مڑنا چاہا۔ پیچھے سے بھاری قدموں
نے انہیں ایک کوڑے کے ڈرم میں چھپنے پر مجبور کر دیا۔
ی اسی ڈرم کے ساتھ آکر کھڑے ہوگئے۔
دونوں سانس روکے ہوئے اس میں بیٹھے رہے۔ قدموں کی
واز انہیں سنائی دیتی رہی۔ جیسے وہ ٹہل رہے ہوں۔
دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر دونوں مسکرا اٹھے۔
اں چھپے ہوئے کافی وقت ہوگیا۔ اور پھر تنویر نے آہستہ آہستہ
دیکھا۔
دونوں فوجی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ لیکن ان سے دور
ہلکا ہلکا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ انھوں نے کچھ دیر اور انتظار کرنا
سمجھا۔

تمہارا نام کیا ہے۔ تنویر نے پوچھا۔

مجھے ناگر کہتے ہیں۔ میں یہاں کے واد بلڈاگ کا شاگرد ہوں۔

مجھے تنویر کہتے ہیں۔ تم نے انہیں قتل کیوں کر دیا۔ تنویر نے پوچھا۔

ہمارے باس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ میں جتنا بھی ہوسکے ان کا صفا

وہ تو بس ان لوگوں نے مجھے ہاتھ چلانے کا موقع نہیں دیا ورنہ ان لوگوں ک

چکھا دیتا۔ ناگر نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

اونہہ۔ تنویر نے پھر باہر کو دیکھا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ دونوں ایک

سے زیادہ نہیں دیکھ سکے۔

باہر نکلو اور تیزی سے سامنے والی گلی میں گھس جاؤ۔ تنویر نے کہا

بہتر جناب۔ ناگر نے غور سے باہر دیکھا اور پھر وہ تقریباً رینگتا

گیا۔

تنویر نے باہر قدم نکالا۔ جیسے ہی اس نے دونوں پاؤں باہر رکھے ا

اس پر لائیٹ پڑی۔

ہالٹ۔ ایک گونج ابھری۔

تنویر نے جمپ لیا اور گلی میں گھس گیا۔ اس کے ساتھ ہی تڑتڑ

بھی ابھری۔

بھاگو یہاں سے۔ تنویر نے اسے کہا۔

یہ دونوں ایک مکان میں گھستے چلے گئے۔ اس پورے علاقے میں

نے وقت ڈال دیا۔

ے ہی یہ لوگ اوپر پہنچے۔ ایک شخص نے ان کی آواز سن کر دروازہ کھولا۔

ں اسے دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

تم کون ہو۔ نوجوان عورت جو تقریباً عریاں پڑی ہوئی تھی۔ اٹھ بیٹھی۔

اندر آگیا۔

خاموش رہو۔ تم کپڑے بدل لو۔ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ ناگر غرایا۔

مگر تم کون ہو۔ یہ نوجوان نے پوچھا۔

ہم نے فوجیوں کو ختم کر دیا ہے۔ فوجی ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

اوہ۔ یہاں سب مکان ہی فوجیوں کے ہیں دوست۔ نوجوان غرایا۔

اونہہ۔ تو پھر ان میں خود کا اضافہ سمجھو۔ ناگر دہاڑا۔

نہیں۔ انہیں نہ مارنا۔ تم جو چاہو کرو۔ ہم شور نہیں مچائیں گے۔ عورت

کہا۔

ٹھیک ہے۔ اسے کہو کہ ہمیں باہر نکال دے۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ تنویر

کہا۔

ڈارلنگ۔ تم انہیں بچا سکتے ہو۔ انہیں اس محاصرہ سے نکال دو۔ عورت

کہا۔

نہیں۔ میں فرض سے غداری نہیں کر سکتا۔ وہ بولا۔

ٹھیک ہے پھر۔ ناگر نے برین گن کا رخ اس کی گردن کی طرف کر دیا۔

تمہیں میری قسم ہے کرشن۔ انہیں یہاں سے لے جاؤ۔ عورت نے کہا۔

تم ہندو ہو۔ ناگر نے چونک کر پوچھا۔ تنویر بھی نام کی وجہ سے چونکا۔

ہاں۔ مگر تمھیں یہاں سے نہیں لے جا سکتا۔ وہ دہاڑا۔

خاموشی سے بات کرو۔ ورنہ ابدی سکون تمھارا متلاشی ہے۔ میرا یہ ہندوں سے ازلی بیر رکھتا ہے۔ ابھی میرے منع کرنے کے باوجود بھی تمھیں سے مار دے گا۔ کرشن جی۔ تنویر نے کہا۔

تمھیں رام کی قسم ہے۔ کرشن۔ دیوتا کے لیے میرے کہنے پر عمل کرلو نے کہا۔

میں تمھیں یہاں سے نکال دوں گا۔ وہ بڑی مشکل سے راضی ہوا۔

اس الماری سے دو وردیاں نکال لو۔ کرشن نے انہیں کہا۔

ان دونوں نے وردیاں نکالیں اور پہن لیں۔ اب یہ دونوں فوجی تھے۔ چونکہ یہ علاقہ پورا فوجیوں کے قبضے میں تھا۔ اس لیے انھوں نے کے ذریعہ نکل جانا زیادہ مناسب سمجھا۔

تم دونوں پیچھے بیٹھو۔ کرشن نے گاڑی نکالتے ہوئے کہا۔

ان دونوں نے پیچھے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ تنویر اس کے ساتھ بیٹھ گیا

پڑا۔ کرشن نے گاڑی بخیر و عافیت نکال لی۔ ابھی آگے مین پوسٹیں اور ادہ گئیں ہیں۔

گاڑی میں چلاؤں گا۔ کرشن صاحب۔ ناگر غرایا۔

کیوں کیا مجھ پر کوئی شک ہوگیا ہے۔ کرشن نے غصے سے پوچھا۔

سانپ پر ہمیشہ سے شک ہوتا چلا آرہا ہے۔ ناگر نے جواب دیا۔

تو پھر میرے ساتھ کیوں چلے آئے۔ کرشن نے پوچھا۔

میں ساتھ کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ ڈرائیونگ کروں گا۔ ناگر نے جیپ الی اور خود اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا اور پھر وہ جیپ کو دوڑانے لگا۔ دوسری ک پوسٹ قریب آگئی اس نے جیپ کا ہارن دیا۔ دو فوجیوں نے راستہ ے دیا۔ اور پھر اسی وقت کرشن نے جھانک کر باہر دیکھا۔ انھوں نے راستہ رل دیا۔ ایک بار پھر ان کی جیپ دوڑ رہی تھی۔ تنویر کسی گہری سوچ میں تھا۔ اور پھر اسے ایک خیال پیدا ہوا۔ فوری طور اس خیال کے ذہن رو پڑا۔

اسی وقت آرتھر نے چاقو اس کی پسلیوں میں گھونپ دیا۔ سوبھا رام کی یل چیخ نکلی اور وہ تڑپنے لگا۔ بلڈاگ نے اپنا چاقو بند کیا اور یہ دونوں آگئے۔

اب کیا پروگرام ہے دوست۔؟ بلڈاگ نے پوچھا۔

میرا خیال ہے۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر ریڈ کر دیا جائے تو کیسا رہے گا۔

مجھے جلدی ہے۔ پھر کبھی سہی۔ کرشن نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔
نہیں دوست۔ مہمان نوازی ہمارا شیوہ ہے۔ ناگر نے لقمہ دیا۔
اور یہ کرشن کو لے کر اپنے اڈے کی طرف بڑھا۔ ناگر نے تنویر کا ش
ادا کرتے ہوئے اجازت چاہی۔ اور وہ چلا گیا۔
تنویر کرشن کو لے کر چل دیا۔

دوسرے لمحے آرتھر نے اس شخص کو بلڈاگ پر اچھال دیا۔ وہ ان کی
ول اور مکوں سے ابھی سنبھلا بھی نہیں تھا کہ بلڈاگ نے چاقو نکال لیا۔ اور
زدہ ہو کر دیوار سے ٹک گیا۔
سچ بتاؤ۔ ورنہ آنکھیں نکال دوں گا۔ بلڈاگ غرایا۔
رام قسم میں نہیں جانتا۔ وہ سسکتا ہوا بولا۔
اونہہ۔ سوبھا رام۔ تم سب کچھ جانتے ہو تم ملٹری سیکرٹ کے لیے ایک
ے سے کام کر رہے ہو۔ بلڈاگ دہاڑا۔
نہیں میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے نہیں معلوم منظفر کون ہے۔ اور کیا ہے۔
رو پڑا۔
اسی وقت آرتھر نے چاقو اس کی پسلیوں میں گھونپ دیا۔ سوبھا رام کی
یل چیخ نکلی اور وہ تڑپنے لگا۔ بلڈاگ نے اپنا چاقو بند کیا اور یہ دونوں
آ گئے۔
اب کیا پروگرام ہے دوست۔؟ بلڈاگ نے پوچھا۔
میرا خیال ہے۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر ریڈ کر دیا جائے تو کیسا رہے گا۔

جیسے مرضی آئے کرو دوست۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بلڈاگ نے
کہا۔

اونہہ۔ اور کوئی ایسا شخص ہے۔ جس کا پتہ چل سکے۔ آرتھر نے پو

اوہ۔ آؤ میرے ساتھ۔ بلڈاگ مسکرا اٹھا۔

یہ دونوں ایک گندے سے تنگ و تاریک محلے میں اترے۔ اور پھر ایک
جھونپڑی نما مکان پر اس نے دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ ک
ایک بڑی بڑی مونچھوں والا بوڑھا سامنے آگیا۔

کون ہے بے۔ رات کو تنگ کرتا ہے۔ غراتی آواز آئی۔

میں تیرا باپ ہوں۔ ساجن۔ بلڈاگ نے زوردار مکہ مارتے
ہوئے کہا۔

اوہ دادا۔ تم مجھے مار سکتے ہو۔ اندر آجاؤ۔ وہ خوش ہوتا ہوا بولا۔

ان سے ملو۔ میرے دوست آرتھر۔ بلڈاگ نے بیٹھتے ہوئے ک

آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اس نے اکھڑ لہجے میں جواب د

اس سے کہو لہجہ درست کرے۔ ورنہ میں چہرہ درست کر دیا کر

ہوں آرتھر غرایا۔

ساجن۔ یہ آرتھر کرا سکتا ہے۔ بلڈاگ نے بتایا۔

اوہ۔ ساجن تقریباً چونک کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اب ان سے بہت زیادہ
مرعوب ہو گیا۔ کیا حکم ہے میرے لیے دادا۔ ساجن نے ڈرتے ہوئے
پوچھا۔

اب تم ملٹری کے لیے کام کر رہے ہو۔؟

ں دادا۔ وہ زیادہ پیسے دے دیتے ہیں۔ اس وجہ سے کام چل رہا
ساجن نے کہا۔

پھر تمہیں مظفرالدین کا پتہ ہوگا۔ ہمارے دوست ملک کا آدمی تھا۔
یران لوگوں نے اسے اغوا کر لیا ہے۔

نہیں دادا۔ مجھے اس کا معلوم نہیں۔ ویسے میں ایک چال بتاتا ہوں۔
نے کہا۔

بتاؤ۔ جلدی کرو۔ آرتھر نے مایوس ہوتے ہوئے کہا۔

میرے پاس ابھی ایک آفیسر آئے گا۔ جو مجھے کسی کام کا معاوضہ دے
اس پر ہاتھ صاف کر لو۔ اس کو تمام ہوگا۔ ساجن نے کہا۔

اوہ۔ بہت خوب ساجن۔ جواب نہیں تمہارا۔ خوشی سے چیخا۔

کچھ دیر تم پانی سے شغل کرو۔ دادا کہو تو مال دے دوں۔ ساجن نے
نہیں۔ پہلے ہمیں اپنے کام کرنے ہیں پھر دوسرا کام ہوگا بل غرایا۔

اچھا دادا۔ وہ خاموش ہو گیا۔

کافی دیر تک یہ لوگ آپس میں دوسری باتیں کرتے رہے۔ اور پھر اسی
ساجن اٹھ کر باہر گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک آفیسر کے ساتھ اندر آگیا۔ بل ڈاگ اور آرتھر
باہر چلے گئے۔

آرتھر نے جیپ میں ایک فوجی کو بیٹھے دیکھا۔ اور پھر اُنھوں نے کچھ

آرتھر فوجی کے قریب چلا گیا۔

کیا حال ہیں ساب جی۔ آرتھر نے پوچھا۔

ٹھیک ہے۔ تم کون ہو۔ فوجی نے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

رعب کیوں جما رہے ہو ساب جی۔ میں تو اپنے دادا کے کہنے پر آیا ہوں۔

نے کہا۔

اوہ کیا چاہتے ہو۔ فوجی نرم پڑ گیا۔

کوئی مال چاہیئے۔ مال۔ نمبر ایک ہوگا۔ پروپٹ۔ آرتھر آنکھ د

ہوا مسکرایا۔

لیکن میرے صاحب اندر ہیں۔ وہ اگر جلدی آگئے تو فوجی نے کہا۔

گھبراؤ مت۔ وہ بھی اندر یہی کچھ کر رہے ہیں۔

اوہ۔ فوجی کچھ کشمکش و پنج میں پڑ گیا۔ اور پھر وہ ان کے ساتھ ہولیا

آرتھر ایک دوسرے اندھیرے راستے پر اسے لے گیا۔ اس

اسلحہ گاڑی میں رکھوا دیا تھا۔ اور پھر اس نے سامنے بتاتے ہوئے ک

جاؤ۔ بائیں ہاتھ پر وہ کھڑی ہوگی۔ آرتھر مسکرایا۔

فوجی بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جیسے ہی فوجی نے کچھ دُور چل کر سا

دیکھا۔ دائیں طرف ہیولہ سا نظر آیا۔ وہ خوش ہوتا ہوا اس کی طرف بڑ

اور پھر دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

نے اسے فوراً ہی گھسیٹا اور ایک گٹر میں اس کی لاش کو بہا دیا۔ وہ اس

ب بڑھا۔

ہوگیا۔ کوئی زور تو نہیں لگا۔ آرتھر نے پوچھا۔

ت ہی دبلا مرغا تھا۔ جلدی کام ہوگیا۔ بل نے کہا۔

چھا۔ اب اس کا نمبر ہے۔ آرتھر نے کہا۔

سی وقت فوجی آفیسر باہر آگیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ ڈرائیور

ملا۔ یہ دونوں اس کے قریب پہنچ گئے۔

کیا ہوگیا ساب جی۔ آرتھر نے پوچھا۔

ہمارا ڈرائیور کدھر ہے۔ آفیسر نے کہا۔

اوہ۔ اگر آپ کو جلدی ہے تو ہم چھوڑ آئیں۔ آرتھر نے پوچھا۔

لیکن وہ کہاں مر گیا۔ آفیسر نے پوچھا۔

ابھی تو تھا یہاں۔ پھر پتہ نہیں کہاں گیا۔ آرتھر نے کہا۔

اوہ آؤ۔ ساب جی۔ ہم چھوڑ آویں۔ آرتھر سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔

میں گاڑی چلانا جانتا ہوں۔ نیچے اترو۔ فوجی دہاڑا۔

کوئی بات نہیں ساب جی۔ اندر بیٹھو۔ بلڈاگ نے ریوالور اس کی پسلیوں

سے لگا دیا۔

تم کون ہو۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔

آپ ہی کی طرح انسان ہیں۔ آرتھر نے جیپ اسٹارٹ کر دی۔

وہ تنگ و تاریک سڑکوں اور گلیوں سے گھماتا ہوا۔ ایک بہت بڑے

گھڈ کے قریب جا کر رک گیا۔ دوسرے لمحے ان دونوں نے جیپ کو پکڑا اور

اس میں دھکیل دیا۔ فوجی حیران پریشان ان کی کاروائی دیکھتا رہا۔ انھوں نے آفیسر کو بے ہوش کر کے کندھے پر ڈال لیا اور ایک طرف بھاگتے ہوئے چ گئے۔ وہ اپنے اڈے میں پہنچ گئے۔ ایک کرسی پر آفیسر کو بٹھا دیا گیا۔

تمھارا کیا نام ہے۔ آرتھر غرایا۔

پہلے بتاؤ۔ تم کون ہو۔ آفیسر نے ان سے پوچھا۔

بکواس بند کرو۔ ہمارے سوال کا جواب دو۔ بل نے ایک زوردار ٹھوکر رسید کی۔

تمھارا نام کیا ہے۔ جلدی بکو۔ آرتھر نے اس کے بال پکڑ لیے۔

مجھے ارجن سنگھ کہتے ہیں۔ وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

اونہہ۔ مظفر کہاں ہے۔ جلدی بتاؤ۔ بل اس کی طرف بڑھا۔

اوہ۔ جاسوس مظفر۔ وہ بڑبڑایا۔

ہاں دوست۔ وہی جاسوس جو تمھارے ہاتھ بک گیا اور ہمارے ایک خفیہ معاہدے کی فائیل اس نے تمھارے ہاتھوں فروخت کر دی۔ آرتھر غصے سے دہاڑا۔

اوہ۔ وہ تو۔ اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

بکواس کرو۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ آرتھر دہاڑا۔

اسے کل گولی مار دی جائے گی۔ فائیل بھی کل ہمارے ملک بندیا پہنچ جائے گی۔ اور پھر تمھاری اس علاقے میں فوجی نقل و حرکت کا بھید کھل جائے گا۔ وہ غصے سے بولا۔

اونہہ۔ تم کہاں پر کام کرتے ہو۔ بال بچے دار ہو یا اکیلے ہو۔ آرتھر نے

میرے بال بچے نئی ریاست دہلی میں ہیں۔ اس نے بتایا۔

بہت خوب۔ بل مسکراتا ہوا بولا۔

اور پھر آرتھر نے اس سے تمام تفصیل سن لی۔ وہ مسکراتا رہا۔ تمام ضروری ں پوچھنے کے بعد بل اس کی طرف بڑھا۔

کیا سزا چاہتے ہو۔ میں تمھیں سزا دینا چاہتا ہوں۔ بل نے کہا۔

مجھے چھوڑ دو۔ میرے بچے اور بیوی ان کا کوئی نہیں ہے۔ وہ رو پڑا۔

اونہہ۔ تو پھر تمھیں اتنی دیر تک یہاں مقید ہونا پڑے گا۔ آرتھر نے ہا۔

مجھے منظور ہے۔ وہ تقریباً گڑگڑاتا ہوا بولا۔

اسے نمبر ۱۰ میں بند کر دو۔ داوا نے ایک آدمی سے کہا۔

اس وقت ناگر اندر آگیا۔ اس نے تفصیل بتائی۔ آرتھر اندر سے میک اپ کے باہر آیا تو اس نے ناگر سے یہ باتیں سنیں۔ وہ اس کے قریب آگیا۔

اوہ۔ یہ کیا تم تو واقعی ارجن سنگھ لگ رہے ہو۔ بل نے خوشی سے کہا۔

بہت خوب دوست۔ یہ فن مجھے سکھا دو۔ بس اور کچھ نہیں۔ بلڈاگ نے دوبارہ کہا۔

اچھا۔ یہ کام ختم کر لوں۔ پھر ضرور سکھا دوں گا۔ آرتھر نے جواب دیا۔

اس شخص کا حلیہ بتا سکتے ہو۔ بل نے پوچھا۔

اور پھر جو حلیہ ناگر نے بتایا۔ آرتھر تقریباً اچھل پڑا۔ وہ ناگر کو غور سے دیکھنے لگا۔

کیا تم اسے جانتے ہو۔ بل نے پوچھا۔

ہاں۔ وہ میرا دوست ہے۔ مجھے اس کی بھی تلاش ہے۔ آرتھر نے جواب دیا۔

لیکن دوست۔ میں تمہارے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ کیسے ہوگا۔ بل نے کہا۔

کوئی بات نہیں دوست۔ میری کامیابی کی دعا کرتے رہنا۔ اتنا ہی کافی ہے۔ آرتھر نے کہا۔

اور پھر بڑی مشکل سے آرتھر اسے ٹلا سکا۔ لیکن وہ ناگر کے بارے میں ضد کر گیا۔ جس کی وجہ سے ناگر کو اسے رکھنا پڑا۔ دوسرے ناگر کی شکل کافی حد تک اس فوجی سے ملتی تھی۔ اب رہ گیا وردی کا مسئلہ۔ آرتھر سوچ میں پڑ گیا۔ اور پھر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آگئی۔

تم ڈرائیونگ کرو۔ ناگر۔ آرتھر ارجن نے کہا۔

بہتر صاحب۔ ناگر فوجی انداز میں اٹین شن ہوگیا۔

ارے تم واقعی فوجیوں کی اداکاری کرسکتے ہو۔ آرتھر نے خوشی سے کہا۔

ہم نے یہاں گوریلا جواب دیا۔

اور پھر ارجن بڑھا۔ ایک

فوجی اس کے قریب آگیا اس کے ارد گرد غور سے دیکھا۔ کیونکہ اس کی شکل اس فوجی جیسی تھی۔ لیکن وردی غائب تھی۔

آپ کو صاحب یاد کر رہے ہیں۔ وہ مخاطب ہوا۔

او کے۔ ہم آ رہے ہیں۔ ارجن نے کہا۔

اپنے کمرے کو غور سے ارجن نے دیکھا اور پھر اسی وقت اس کا اردلی اندر آگیا۔

ارجن نے ناگر کو اشارہ کیا۔

دوسرے لمحے ناگر اردلی کو دبوچ چکا تھا۔ اس نے اس کے کپڑے بدلے اور پھر وہ اب اس کا اردلی بن گیا۔ اس کی لاش کو کہیں ٹھکانے لگانے کا مسئلہ تھا۔ یہ مسئلہ اس فوجی بھیس والے مسئلہ سے بڑا نہیں تھا۔ کیونکہ اس فوجی کی آواز کی وہ نقل نہیں کرسکتا تھا۔ اس اردلی کو اس لیے ٹھکانے لگانا پڑا کہ اب ناگر صرف ارجن کی خدمت کے لیے وقف ہوگیا۔

میرا خیال ہے۔ اسے گٹر میں بہادیں۔ ناگر نے کہا۔

لیکن اگر پتہ چل گیا تو۔ ارجن نے سوچا۔

سنو۔ تمہارا نام۔ وربن ہے۔ ارجن نے اسے بتایا۔ کیونکہ اس نے کے کارڈ سے پتہ چلا لیا۔

بہتر۔ ناگر یعنی وربن نے اس لاش کو ٹھکانے لگاتے ہوئے کہا۔

اور پھر ارجن اپنی کیپ سنبھالتا ہوا کرنل کے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے میں داخل ہوگیا۔ سیلوٹ مار کر بیٹھ گیا۔

یہ مو سمجھ گیا رہا۔ منظفر نے تابوت کے راز کے بارے میں کچھ بتایا۔

میں کوشش کر رہا ہوں سر۔ لیکن وہ بالکل ہی چپ ہوگیا ہے۔ دوسرے وہ تابوت بجانے کس انداز سے بنایا ہے کہ خفیہ خانوں کا نہیں چل رہا۔

اونہہ۔ تو پھر حاجی منظفر کو آج گولی ماردی جائے تو کیسا رہے گا۔ کرنل نے پوچھا۔

جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ویسے ہی ہوگا۔ لیکن اگر حاجی مرگیا تو پھر اس تابوت کے خفیہ خانے تو ہم زندگی بھر تلاش نہیں کرسکتے۔ ارجن نے لرزتے دل سے جواب دیا۔

تم ایسے کرو۔ کہ خود ہی تلاش کرو۔ تمام مستریوں کو بلاکر کوشش کرو۔ ورنہ اسے آگ لگادو۔ کرنل نے جھنجھلا کر کہا۔

بہتر جناب۔ میں ابھی بلواتا ہوں۔

ارجن خوشی سے چیخا۔

لیکن وہ اپنی خوشی پر قابو پاگیا۔ کیونکہ جو کام وہ ایک عرصے میں کرسکتے تھے۔ وہ خود بخود بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے ہوگیا۔

تابوت تمھاری کسٹڈی میں رہے گا۔ کرنل نے جواب دیا۔

بہتر جناب۔ منظفر کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟

ارجن نے پوچھا۔

میرا خیال ہے۔ اسے اب چھوڑ دیا جائے۔ ہم اس کے قتل کا مسئلہ کیوں اپنے سر لیں۔ اس کے ہم وطن خود اسے گولی مار دیں گے۔

جیسے ہی وہ تابوت کا راز بتائے۔ اسے گولی مار دینا۔ کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اوکے سر

ارجن نے فائیل کو پکڑا اور پھر وہ سیلوٹ کر کے باہر نکل گیا۔

ارجن سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ جہاں پر ناگر اس کا انتظار کر رہا تھا۔

کیا ہوا سر ــــــ ؟

ناگر نے فوجی انداز میں پوچھا۔

دوست۔ کچھ نہ پوچھو۔ بس مسئلہ حل ہوگیا۔ ارجن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس نے فائل کو ایک الماری میں بند کیا اور اپنے میک کا تالہ لگا دیا۔ یہ عجیب قسم کا تالہ تھا۔ اچھی طرح انتظام کرنے کے بعد یہ دونوں اپنے کمرے میں داخل ہوگئے۔

ارجن یعنی آرتھر بہت خوش تھا۔ جس تابوت کی تلاش میں یہ لوگ بھاگتے پھر رہے تھے وہ بھی انہیں مل گیا اور حاجی منظفر کا بھی پتہ مل گیا۔ اب وہ حاجی منظفر سے سختی کر کے تابوت کا راز لے سکتے ہیں۔ وہ سوچنے لگا۔ اگر دشمن اس سے پہلے حاجی منظفر سے اگلوا لیتے تو آرتھر کے ملک کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا۔ ناگر بھی مسکراہٹ بھری نظروں سے آرتھر کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

بسڑی ویری گڈ ڈارلنگ۔ مسز کرشن نے ناراضگی کرتے ہوئے کہا۔

کچھ نہ پوچھو۔ ان لوگوں کو ٹھکانے لگا کر آرہا ہوں۔ کرشن نے کہا۔

واقعی۔ تو کیا آپ نے انہیں ختم کر دیا۔ مسز کرشن اس کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر بولی۔

زندگی کے لیے سب کچھ کیا جاتا ہے۔ کرشن نے کہا۔

اور پھر اسی وقت مسز کرشن ایک سادہ کاغذ لے آئیں۔ اس نے نہایت ہی عجیب انداز سے کرشن کو دیکھا اور پھر وہ اس سے لپٹ گئی۔

کرشن کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔

ڈارلنگ۔ تمہارے اندر وہ جوش نہیں رہا۔ جو پہلے تھا۔ مسز کرشن بولی۔

نہیں ڈارلنگ۔ تھک گیا ہوں۔ جوش ابھی ہے۔ کرشن نے کہا۔

اونہہ۔ آپ نے چھٹی لینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے پوچھا۔

ہاں۔ لیکن ابھی ابھی سخت احکامات آ گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے چھٹی لینا مناسب نہیں ہے۔ اور ہاں سنو۔ تم نے میرے بعد فون کیوں نہیں کیا۔ کرشن

نے پوچھا۔

تمہاری زندگی کا سوال تھا ڈارلنگ۔ ورنہ ضرور کرتی۔ مسز کرشن مسکرائی۔

تو پھر اس پروگرام کے بارے میں کیا خیال ہے۔ مسز بولی۔

کون سا پروگرام۔ کرشن چونکا۔

اونہہ۔ تم میری فرمائش اتنی جلدی کیوں بھول جاتے ہو۔ وہ ناراض ہو گئی۔

نہیں تو۔ تم میری زندگی ہو ڈارلنگ۔ کرشن کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

اور پھر جیسے ہی اس نے اس کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔ اس نے انتہائی گرمجوشی سے اسے لپٹا لیا۔ اور پھر کسی کے لگائے ہوئے اور سجائے باغ سے بغیر اجازت مالی کے ایک پھول ٹوٹ گیا۔

مسز کرشن باتھ روم نکلی۔ اور پھر اس نے ریوالور نکال لیا۔

ڈارلنگ یہ کیا۔ کرشن چونکا۔

تم کرشن نہیں ہو۔ مسلمان ہو۔ وہ بپھرے ہوئے انداز میں غرائی۔

اوہ۔ پھر کرشن مسکرایا۔ اب وہ سمجھ گیا۔ واقعی وہ جذبات میں اپنا پول کھول گیا۔

میرا کرشن کہاں ہے۔ وہ دہاڑی۔

وہ دوسری دُنیا کے حسین سفر پر روانہ ہو گیا ہے۔ کرشن مسکرایا۔

تو پھر تم وہی ہو۔ جنھوں نے یہاں پناہ لی تھی۔

ہاں۔ میں وہی ہوں۔ تنویر نے میک اپ اتار دیا۔

میں تمھیں گولی مار دوں گی۔ وہ غرائی۔

چلاؤ گولی۔ محترمہ۔ تنویر نے اس کے جسم کو دیکھا۔ جس سے وہ لطف اندوز ہو چکا تھا۔

تم نے اچھا نہیں کیا۔ میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ وہ غرائی۔

تنویر نے سوچا کہ یہ گولی کیوں نہیں چلائی۔ وہ سوچتا رہا۔ اور پھر وہ مسکرا اٹھا۔

نہ جانے کتنی عزتیں لٹ چکی ہیں

. . . . . یاد رکھنا۔ وہ غرائی۔

جتنی دیر تک تنویر سنبھلتا۔ اسی وقت دو تین فوجی اندر گھس آئے۔ انھوں نے تنویر کو اپنی حراست میں لے لیا۔

اور پھر اس نے مسز کرشن کو غور سے دیکھا۔

دوسرے لمحے مسز کرشن نے ریوالور اپنی کنپٹی سے لگایا۔ جتنی دیر تک کوئی اسے بچا سکتا۔ وہ خود کو ختم کر چکی تھی۔

تنویر کو اس کے مرنے کا بہت دکھ تھا۔ کیونکہ اس کا جسم اس کے لیے ایک نیا اندازہ لیے ہوئے تھا۔

چلو۔ ایک فوجی نے ٹھوکا دیا۔

اور پھر تنویر کو ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ اسے قید ہوئے ابھی تھوڑا سا وقت ہی گزرا تھا کہ ایک آفیسر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بید تھا۔ وہ قہر آلود نگاہوں سے تنویر کو گھورنے لگا۔

تمھارا نام کیا ہے۔ وہ چھڑی کو گھماتا ہوا بولا۔

کرشن ——— !

دوسرا نام تنویر۔ تنویر بے خوفی سے بولا۔

تم نے کرشن کو کیوں مارا۔ آفیسر نے زور سے چھڑی اس کے منہ پر ماری۔ تنویر کے منہ سے خون جاری ہوگیا۔

اس نے میری محبت پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ میں نے اپنا انتقام پورا کر لیا۔ تنویر نے کہا۔

اونہہ۔ . . . اور پھر لگاتار دو تین تھپڑ تنویر کے چہرے پر نشان چھوڑ گئے۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔

ٹھیک ہے پھر۔ تم سچ بلوا لو۔ تنویر نے کہا۔

تم جاسوس ہو۔ جاسوس۔ وہ دہاڑا۔

چلو۔ جاسوس ہی سہی۔ لیکن پہلے مسز کرشن کی ڈاکٹری رپورٹ منگوا لو۔ تنویر نے کہا۔

اونہہ۔ تم پاکستان سے آئے ہو۔ سچ بتا دو۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔ وہ چیخا۔

پوچھو۔ میں بتاؤں گا۔ تنویر نے کہا۔

تم جاسوس ہو۔ اس نے پوچھا۔

میں جاسوس ہوں۔ فلم چار سو بیس کا۔ تنویر نے کہا۔

بکواس نہ کرو۔ ورنہ کھال کھینچ لوں گا۔

اچھا۔ پوچھو۔ تنویر نے دوبارہ کہا۔

یہاں تمھارے کتنے ساتھی ہیں۔ آفیسر نے پوچھا۔

تقریباً پچاس لاکھ۔ تنویر نے کہا۔

کیا مطلب ؟

آفیسر نے ایک دم چونک کر کہا۔

جو تم نے پوچھا تھا۔ میں نے بتا دیا۔ تنویر نے اپنے منہ سے بہتے ہوئے خون کو دیکھا۔

اونہہ۔ . . . . . تمہیں سسکا سسکا کر مارا جائے گا۔ اس نے پلٹ کر خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

بہت خوشی ہوگی۔ میرے بچے میری آنکھیں۔ تنویر نے کہا۔

اور پھر تنویر پر لاتوں گھونسوں کی بارش ہوگئی۔

وہ پٹتا رہا۔ لیکن اس نے اف تک نہ کی۔ اور پھر وہ مار کھا کر بے ہوش ہوگیا۔

اسے نمبر ۳ ہیڈ کوارٹر لے چلو۔ آفیسر نے کہا۔

اور پھر ایک بند جیپ میں اسے لے جایا گیا۔ بیہوش تنویر گاڑی میں اچھلتا رہا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھ کھلی۔ اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ دو فوجی برین گن سنبھالے موجود تھے۔ جیسے ہی یہ اٹھنے لگا۔ برین گنیں اس کے سینے سے آلگیں۔

کوئی غلط حرکت نہیں کرو گے۔ ایک فوجی غرایا۔

مجھے پیاس لگی ہے۔ تنویر نے کہا۔

پانی آگے جاکر ملے گا۔ ایک فوجی نے اپنا خالی تھرماس دکھایا۔

میں پانی یہاں ہی پیوں گا۔ تنویر غرایا۔

یہاں کہاں سے پانی لائیں۔ دوسرا فوجی بولا۔

یہاں تمہاری حکومت ہے۔ میں پانی یہاں ہی پیوں گا۔ تنویر چیخا۔

بہتر۔ . . . میں پوچھتا ہوں۔

دوسرے سے بولا۔ تمہارے پاس پانی ہے۔ اس نے آنے والے سے پوچھا۔

کیوں کیا ضرورت پڑ گئی۔ دوسرے فوجی نے پوچھا۔

اس ذلیل آدمی کو پیاس لگی ہے۔

اونہہ۔ اسے پانی نہیں ملے گا۔ اس نے سارا پانی خود ہی چڑھا لیا۔

میں پانی پیوں گا ورنہ شور مچا دوں گا۔ تنویر نے کہا۔

گولی مار دیں گے۔ دوسرے فوجی نے برین گن سیدھی کی۔

مار دو گولی۔ لیکن پانی دینا پڑے گا۔ تنویر اکڑ گیا۔

اوہ۔ پانی نہیں ملے گا۔ دوسرے فوجی نے برین گن کا سٹرپ کھینچا۔

ٹھیک ہے دوست۔ چلو۔ گولی مار دو۔ یہ اچھا رہے گا۔ ورنہ پانی کے بغیر میں خود مر جاتا۔ تنویر نے انہیں غور سے دیکھا اور پھر وہ سوچنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ درد سے بلبلا اٹھا۔ وہ چاروں طرف لوٹتا رہا۔ اور ہائے ہائے کرتا رہا۔

اسے کیا ہو گیا ہے۔ ڈرائیور نے پوچھا۔

پانی کے بغیر مر رہا ہے۔ دوسرا فوجی نفرت سے بولا۔

ے۔ شور بند کرو۔ ایک نے برین گن اس کے حلق میں اتار دی۔

تنویر نے اس کی برین گن پکڑ لی۔ اس نے جیسے ہی برین گن باہر نکالی۔ وہ پھر ے بلبلا اٹھا۔ اس نے غور سے نیچے پڑے ہوئے ٹائم بم کو دیکھا جو ایک فوجی یلے سے نیچے گرا تھا۔ تنویر درد سے بلکتا ہوا اپنا ہاتھ ٹائم بم کی طرف لے ے لگا اور پھر جیسے ہی اس نے اس کا سوئچ آن کیا۔ ایک فوجی نے اس کے وں ہاتھ پکڑ لیے۔

بند کرو یہ ناٹک۔ وہ دہاڑا۔

ہائے مر گیا . . . . پانی . . . . میں مرا۔ تنویر نے دونوں ھ چھڑائے اور ٹائم سیٹ کر دیا۔ صرف ایک بٹن پر ہاتھ رکھ کر اس نے بجانے ے منٹ پر سوئی کر دی۔ یہ اسے نہ معلوم ہو سکا۔ اب وہ یہاں سے نکلنا ہتا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہی ختم ہو جائے۔ ویسے اس ے شور نے ٹک ٹک کی آواز کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ اور پھر جب تنویر ت زیادہ تڑپنے لگا اس وقت فوجیوں نے ایک سڑک پر ٹرک روک دیا۔ را سے نیچے اترنے کو کہا۔ تنویر کو یہ فوجی اپنے ہسپتال کی طرف لے جانے لگے۔ بھی یہ تھوڑی دور ہی کے ہوں گے کہ ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ ٹرک کے رخچے اڑ گئے۔

تنویر نے پھرتی سے ایک کے ہاتھ سے برین گن چھینی اور پھر وہ بچے کچے فوجیوں کو بھون چکا تھا۔ اس نے برین گن ایک طرف پھینکی اور دوسری طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ کافی دیر تک بھاگتا رہا۔ قدموں کے تعاقب کی آواز اس کے کا
تک پہنچتی رہی۔ اس نے دور ایک ٹرک کو جاتے ہوئے دیکھا۔ ا
نے انتہائی پھرتی سے دو تین جمپ لیے اور دو تین چھلانگوں میں ٹر
کے پاس پہنچ گیا۔

ٹرک انتہائی سست رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ تنویر نے اس ک
پچھلے حصے کو مضبوطی سے پکڑا اور اس پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگ
اس نے غور سے دیکھا۔ ٹرک میں بھینسیں بندھی ہوئی تھیں۔ اس
فوراً ہی اندر پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن اسی وقت اُوپر پڑا ہوا آدمی
جاگ گیا۔

اوئے کیڑا ایں۔ اس نے پوچھا۔

بھائیا۔ میں پنڈ اگلے پنڈ وجنا اے۔ تنویر نے ملتانی لہجے میں کہا۔

تھلے اوتر اوئے۔ پاگل وے پتر۔ وہ دہاڑا۔

سائیں۔ میکو معاف چا کرو۔ تہاڈی ڈاڈی مہربانی ہوسی۔ تنویر نے کہا۔

کجھ پیسے ہین پلے۔ اس نے پوچھا۔

کیا چاہیدا اے۔ تنویر نے پوچھا۔

پنج روپئے لگ سن۔ نئیں تے اوتر جا۔ اس نے کہا۔

کم نہ ہوسن۔ تنویر نے پوچھا۔

کوئے نہ۔ میں آناں اوتر دینج۔ وہ غرایا۔

چھا سائیں۔ گھابرو نہ۔ میں ڈیساں۔ تنویر نے کہا۔

اور پھر وہ اس کے قریب آگیا۔ تنویر کے جسم پر کپڑے جھول رہے
اس نے غور سے تنویر کو دیکھا اور پھر وہ بولا۔
پیسے دے اوئے۔ اس نے اپنے لہجے میں کہا۔
دیدوں گا یار۔ تنویر نے کہا۔ لیکن وہ اس بات پر حیران تھا
علاقہ میں یہ لوگ کیسے۔ وہ سوچتا رہا۔

ایک بارونق سڑک پر تنویر اتر گیا۔ کلینر پیسے لینے اس کے قریب آیا لیکن
پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ کلینر کچھ دُور تک اس کے پیچھے دوڑا لیکن پھر
گ نہ سکا۔

تنویر نے ٹیکسی پکڑی۔ وہ اپنے فلیٹ کی جانب بڑھا۔ لیکن دُور دُور
ویرانی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دوسرے ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے بھی دینے تھے۔

س روک لو دوست۔ تنویر نے کہا۔

کافی دیر تک تنویر بیٹھا رہا۔ اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔
پھر اسے ایک آدمی جاتا دکھائی دیا۔ لیکن اس نے جب اس کی حالت
ھی تو اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ اب اس نے انتہائی صفائی سے ٹیکسی
رائیور کی جیب صاف کر دی۔ اور اس کو ایک نوٹ پکڑا دیا۔ ڈرائیور
وش ہو کر چلتا بنا۔

تنویر اپنے فلیٹ کی طرف بڑھا۔

اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا اور دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔

کون ہے ۔۔؟

شیخ کی آواز سنائی دی۔

میں ہوں۔ تنویر۔ تنویر نے اسے اندر دھکیلتے ہوئے کہا۔

او کے۔ سر۔۔۔۔ آیئے۔ ارشد کی رپورٹ ہے۔ اس نے بتایا۔

او کے۔ یوسف کا کیا حال ہے۔۔؟ تنویر نے پوچھا۔

میں نے اسے نیند کا انجکشن دے دیا ہے۔ وہ سو رہا ہے۔ شیخ نے جواب دیا۔

اس نے پھرتی سے بکس کو دیکھا اور پھر ایک آلہ اس میں سے نکال لیا۔

ون ایکس۔۔۔۔ ٹو فائیو ٹو سکس اوور فوراً یہ جگہ چھوڑ دیں۔ یہاں ریڈ ہونے والا ہے۔ اوور

او کے۔ یہ کیسے ہوا، تنویر نے پوچھا۔

نئی جگہ فورٹ کالونی میں چلے جائیں۔ شیخ جانتا ہے۔

ہو کے۔۔۔۔ تم کب تک پہنچ رہے ہو۔ اوور۔

میں نے ایک ممبر سے دوستی کر لی ہے انشاء کامیاب لوٹوں گا اوور اوور اینڈ ٹاپ۔

تنویر نے ان سب کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ نجمہ سوئی ہوئی تھی۔ اس نے اسے جگایا۔

اور پھر یہ سب ایک بند ویگن میں باہر جانے کی تیاری کرنے لگے۔

تنویر ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

تعاقب کا خاص خیال رکھنا۔!

تنویر شیخ سے مخاطب ہوا۔

او کے سر۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ شیخ پیچھے دوربین سے دیکھتا ہوا بولا۔

تنویر نے گاڑی ایک کچے راستے میں اتار دی۔ شیخ اسے راستہ بتاتا جا رہا تھا۔ اور پھر جب شیخ نے تعاقب نہ ہونے کا اعلان کیا تو تنویر نے گاڑی کو دوبارہ پکے راستے پر ڈال دیا۔

وہ ایریا کیسا ہے۔۔؟ تنویر نے پوچھا۔

تمام کوٹھیاں ہی کوٹھیاں ہیں۔ آفیسرز کی وہاں کمی نہیں ہے۔ شیخ نے بتایا۔

اونہہ۔ خیر۔ دیکھا جائے گا۔

شیخ کے اشارے پر تنویر نے گاڑی کو ایک جگہ روکا اور پھر یہ لوگ ایک خوبصورت کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔ تنویر نے اسے تمام جگہوں سے دیکھا۔ اس کوٹھی کے کئی دروازے تھے۔ جو باہر کھلتے تھے۔ اس نے سامان اتارنے کو کہا۔

اور پھر اسی وقت نجمہ نے تنویر کو بلایا۔

تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔؟ اس نے پوچھا۔

تم کون پوچھ رہی ہو۔ تنویر نے غصے سے کہا۔

اوہ۔ میرا مطلب ہے کبھی تو میرے پاس بیٹھا کرو۔ وہ شرماتی ہوئی بولی۔

اونہہ۔ میرا کام ختم ہو جائے پھر انشاء اللہ تمہارے پاس ہی بیٹھوں گا۔ تنویر نے کہا۔

تنویر ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے تم یہاں کسی خاص کام کے لیے آئے ہو۔ نجمہ نے کہا۔

یہ ایک راز ہے۔ کہ میں کیا ہوں۔ صرف اتنا سمجھ لو۔ تم جس سے دل لگا بیٹھی ہو۔ موت اس کی زندگی ہے۔ ہر قدم پر خطرات اور حوادث میرے لیے خوش آمدید کہنے کو تیار ہیں۔ آج کے بعد مجھ سے یہ نا پوچھنا کہ تم کیا ہو۔ اور کیا کر رہے ہو۔ ؟ تنویر نے کہا۔

بہتر تنویر۔ وہ اس کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔

نجمہ ۔ ۔ ۔ تم کیا ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ میں نہیں سمجھ سکا۔ تنویر نے اس کی ٹھوڑی اٹھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر دو پیاسے لب ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو گئے۔ نجمہ شرما کر اندر بھاگ گئی۔ تنویر مسکرا اٹھا۔

اس نے یوسف کا حال پوچھا۔ وہ بہت زیادہ زخمی تھا۔ اسے تسلی دے کر تنویر باہر آگیا۔

اس وقت پھر ارشد کا فون آگیا۔ تنویر نے فون کا چونگا اٹھایا۔

ہیلو ۔ ۔ ۔ ۔ رؤف اسپیکنگ۔ تنویر نے نام بدلا۔

آئی ایم ارشد اسپیکنگ۔ مال پہنچ گیا۔ کسی نے مال کو چھیڑا تو نہیں۔ اس نے پوچھا۔

نہیں۔ منڈی میں بھاؤ تیز ہے۔ اچھا بکے گا۔ تم کہاں ہو نیا مال آئے گا تنویر نے پوچھا۔

رؤف صاحب آپ میرے پاس پہنچیں۔ تھرڈ فلور۔ مال روڈ۔ ارشد نے بتایا۔

بہتر۔ میں آرہا ہوں۔ تنویر نے فون رکھ دیا۔

تنویر نے پھر اپنا میک اپ اتارا۔ دوسرا ہلکا سا میک اپ کر لیا۔ اور باہر نکلا۔ اس نے ٹیکسی پکڑی۔ اور پھر جیسے ہی اس کی ٹیکسی روانہ ہوئی ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ ہوئی۔

تنویر نے دور بین نما نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر اسے وہ موٹر سائیکل والا نظر آگیا۔ یہ سوچنے لگا کہ تعاقب تو ہوا نہیں پھر ہم ان کی نظروں میں کیسے آگئے۔ وہ سوچتا رہا۔ اس شخص کو اس نے غور سے دیکھا اسے یہ سیکرٹ سروس کا آدمی نظر آیا۔

کہیں نجمہ ہی تو جاسوس نہیں ہے۔ تنویر نے سوچا اور پھر وہ اس کے حدود اربعہ پر غور کرنے لگا۔ جب سے نجمہ ساتھ ہے۔ ان کو چھپنے کی جگہ نہیں ملی۔ اور اگر ملی بھی تو پھر نظروں میں آگئی۔ وہ سوچتا رہا۔

اور پھر اس کی ٹیکسی ایک جگہ رُک گئی۔

کیوں کیا ہو گیا دوست ۔ ؟

آگے ملٹری پولیس چیکنگ کر رہی ہے ۔ ڈرائیور نے کسی سے پو
اور اسے بتایا۔

اوہ ۔ کیوں کیا ہو گیا ۔ ؟ تنویر نے پوچھا۔

نہ جانے ہم لوگ اس مصیبت سے کب نجات حاصل کریں گے۔ وہ
دردناک انداز میں گویا ہوا۔

اونہہ ۔ ۔ ۔ مجھے جلدی پہنچنا ہے دوست۔ تنویر نے پیچھے
دیکھا۔ موٹر سائیکل سوار غائب تھا۔

اس نے ڈرائیور کو پیسے دیئے اور پھر ایک طرف کو چل دیا۔ اس
نے بہت دور سے دیکھا ۔ ملٹری والے اس ٹیکسی کی طرف بڑھے ۔ جس
میں تنویر سوار تھا۔

تنویر نے پھرتی سے ایک ہوٹل میں گھس جانا مناسب سمجھا۔
اور پھر وہ اس ہوٹل کی دوسری منزل کی طرف بڑھا ۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ
میک اپ میں تھا اور پھر ان کو پتہ چل گیا۔ اس نے ایک باتھ روم میں داخل
ہو کر ناکوں میں سپرنگوں کو پھنسایا اور بڑی بڑی مونچھیں لگا لیں۔ اب وہ
نیچے اترا۔

جیسے ہی وہ ایک میز پر بیٹھا اسی وقت اس ہوٹل میں ملٹری پولیس
آگئی۔ دو آفیسر غور سے تمام بیٹھنے والوں کو دیکھنے لگے۔

تنویر نے ویٹر کو کھانا لانے کا کہا۔

اور پھر تنویر نے کھانا شروع کر دیا۔

ملٹری والوں نے دو تین آدمیوں کو اٹھایا اور انھیں باہر چلنے کو کہا۔
ہال میں بیٹھے ہوئے تمام چہرے زرد ہو گئے ۔ کسی میں بھی اتنی جرأت
نہیں تھی جو ان سے ساتھ لے جانے کی وجہ پوچھیں۔

ایک آفیسر مینجر کی طرف بڑھا۔

جناب خان وحید الدین صاحب کا ہے ۔ اس نے بتایا۔

تم کب سے ملازم ہو۔ کیا تنخواہ ہے تمھاری ۔

مجھے دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے ۔ جناب تین سو روپے لے رہا
ہوں۔ مینجر نے کہا۔

تم ہمارے ساتھ چلو گے ۔

مگر جناب میرا قصور۔ مینجر نے پوچھا۔

تم ہمیں گوریلوں کے ساتھی لگتے ہو۔ آفیسر نے ایک ٹھوکر رسید کی۔
مینجر تنویر کی میز پر الٹ گیا۔

سارا کھانا تنویر کے کپڑوں پر گر گیا۔ تنویر نے مینجر کو اٹھایا اور
اپنے کپڑے جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے کیا قصور کیا ہے ۔ ؟ ۔ تم نے کیوں میرے کپڑے
خراب کر دیئے ۔ ؟

تنویر نے آفیسر سے پوچھا۔

اونہہ۔ تو تم بھی اس کے ساتھی ہو۔ ؟ آفیسر نے کہا۔

ہاں ساتھی ہوں۔ تنویر نے کہا۔

اسی وقت مینجر نے انتہائی پھرتی سے آفیسر کی برین گن چھین لی۔

اور پھر تمام ہال میں ملٹری والوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ لیکن ایک فوجی نے جمپ لے کر اس پر گولیوں کی بارش کر دی۔ مینجر خون میں لت پت پڑا تھا۔

تنویر نے پھرتی سے جمپ لیا اور اس فوجی پر جا پڑا۔

گولیوں کی آواز نے پورے ہال میں افراتفری پیدا کر دی۔

تنویر نے پھرتی سے اُوپر چڑھنا چاہا لیکن اسی وقت ایک گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی۔ وہ سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے آگرا۔

اس جگہ کو تباہ کرنا ہے۔ ناگر۔ ارجن نے اسے سمجھایا۔

وہ کیسے سر ؟

ناگر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

تم یہاں سے ڈائنامیٹ کا بندوبست کرو۔ پھر یہاں کا راؤنڈ لگائیں گے۔ اور کام سیٹ کریں گے۔ ارجن نے کہا۔

بہتر جناب۔ میں آتا ہوں۔ ناگر باہر چلا گیا۔

ارجن نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔

اس نے جیسے ہی پلٹنا چاہا۔ اسی وقت ایک فوجی ڈاک لے کر آگیا۔ اس نے ایک خط دیا۔ جو ہندی میں لکھا ہوا تھا۔

اس نے غور سے پڑھا۔ ارجن کی بیوی کا خط تھا۔ اس نے اپنے آنے کے لیے لکھا تھا کہ وہ یہاں آجائے تو اچھا رہے گا۔ اسی وقت ٹیلی فون کا ہر ترچیخ اٹھا۔

ہیلو۔ ارجن اسپیکنگ۔

سر۔ ایک شخص کو ہم نے ہوٹل سے پکڑا ہے۔ ہیڈ کوارٹر نے اس

کو آپ کے پاس پہنچانے کا کہا ہے۔

کون ہے وہ شخص۔ ارجن نے پوچھا

سر۔ اس نے ہمارے کافی فوجی ختم کر دیئے ہیں۔ گوریلا معلوم ہوتا ہے۔

اوہ۔ جلدی بھیج دو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔

اوکے سر۔۔۔۔ ہم آ رہے ہیں۔

ارجن اس شخص کے انتظار کے لیے اپنی پارک کی طرف بڑھا۔ وہ ڈارک روم میں آگیا۔ ڈارک روم جہاں خطرناک آدمیوں کو سزا دی جاتی تھی۔

اس نے ایک کیپٹن کو بلا لیا جو سزا دینے پر مامور تھا۔ عجیب قسم کی اذیتی سزا یہاں پر دی جاتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک شخص کو جسے دو فوجیوں نے رسیوں سے جکڑا ہوا تھا لائے۔ اور اسے کمرے میں بے دردی سے دھکیل دیا۔

سر۔ یہی ہے وہ۔ ایک فوجی نے اس کو کھڑا کر دیا۔

اونہہ۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ ارجن نے چند کاغذوں پر دستخط کر دیئے فوجی چلے گئے۔

کیپٹن۔ تم بھی جا سکتے ہو۔ درین کو بھیج دینا۔ میجر نے کیپٹن سے کہا۔

اوکے سر۔ میں اسے بھیج دوں گا۔ کیپٹن سیلوٹ کر کے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناگر اندر آ گیا۔ اس نے میجر کو اشارہ کیا۔ ارجن تقریباً

یہ کون ہے۔ سر۔ ناگر نے پوچھا۔

ایک مرغا۔ جسے ہم نے بھون کر کھانا ہے۔ ارجن نے کہا۔

اوکے۔ میں اس کی کھال اتاروں سر۔ ناگر نے پوچھا۔

یہ خود ہی اپنی کھال اتار دے گا۔ ارجن نے کہا۔

بہت خوب جناب۔ ناگر مسکرایا۔

تمہارا نام تنویر ہے۔ کیا۔ ارجن دھاڑا۔

اوہ۔ تم میرا نام کیسے جانتے ہو۔ تنویر نے غصے سے کہا۔

ناگر۔ بجلی کا کاویہ اٹھا لاؤ۔ اور اس کے جسم پر تنویر لکھ دو۔ ارجن نے غصے سے کہا۔

اونہہ۔ میرے ہاتھ کھول دو۔ میں تمہاری قیمت تمہارے چہرے پر لکھ دوں گا۔ تنویر غرایا۔

بہت خوب۔ کہو۔ مظفر الدین کا پتہ چلا۔ ارجن نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

اوہ۔ آرتھر صاحب۔ تنویر خوشی سے چیخ اٹھا۔

اسے کھول دو۔ ناگر۔ یہ وہی شخص ہے۔ ذرا اس کا میک اپ اتار دو۔ ارجن نے کہا۔

اوہ۔ ناگر نے جیسے ہی اس کا چہرہ دیکھا وہ خوشی سے لپٹ گیا۔

یہ میرا محسن ہے۔ سر۔ ناگر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

ارے تمہاری ٹانگ کو کیا ہوا۔ ارجن نے پوچھا۔

گولی لگی تھی۔ اُنھوں نے بینڈیج کر دی۔ اب چل سکتا
تنویر نے جواب دیا۔

اوہ۔ اب کیا کیا جائے۔ ارجن نے پوچھا۔

مظفرالدین کا پتہ چلا جناب۔ تنویر نے پوچھا

ہاں۔ کاغذات بھی مل گئے۔ اور مظفرالدین کا بھی پتہ چ
گیا۔ ارجن نے یہ خوش خبری سنائی۔

ویری گڈ۔ جناب۔ تنویر خوشی سے کھڑا ہو گیا۔

اسی وقت کرنل کے آنے کی اطلاع ملی۔ اُنھوں نے پھر
سے تنویر کو ویسے ہی ہلکا سا باندھ دیا۔

ارجن اور ناگر نے سیلوٹ مارے۔

کرنل اسے انتہائی غور سے انھیں دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ معنی خیز اند
میں مسکرایا۔

یہ کون ہے۔ میجر۔ کرنل نے تنویر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اس نے ہمارے کافی فوجیوں کو ختم کر دیا ہے۔ سر۔ ارجن نے بتا

اوہ۔ تو پھر اسے گولی مار دو۔ تم نے اسے زندہ کیوں رکھ
کرنل نے پوچھا۔

اس سے اس کے باقی ساتھیوں کی پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ لیکن اس
نے بتایا نہیں۔ ارجن نے کہا۔

اوہ۔ چھوڑو اس کے باقی ساتھی میری مٹھی میں ہیں۔ اسے گولی ما

و۔ کرنل دہاڑا۔

اوکے سر۔ میجر نے اپنی پاکٹ سے ریوالور نکال کر اس کا رُخ
تنویر کی طرف کر دیا۔

اوہ.... ٹھہرو۔ ایسا کرو میجر اس کے سمیت تم کل
ہیڈ کوارٹر نمبر دو روانہ ہو جاؤ۔ وہیں اسے گولی مار دینا۔ کرنل
نے کہا۔

بہتر جناب۔ میجر ارجن نے سیلوٹ کیا۔

اور ہاں۔ مظفر کو بھی وہیں بھیجا جا رہا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا۔؟
کرنل نے پوچھا۔

آپ جو کچھ کریں گے ٹھیک ہی کریں گے جناب میجر نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو۔ کرنل نے کہا۔ اسی وقت کمرے
میں چار گن بردار موجود تھے۔ کرنل اور کیپٹن کے چہرے پر ایک
معنی خیز مسکراہٹ رقصاں تھی۔

اور سنو۔ فائل مجھے دے کر جانا۔ کرنل نے ایک اور تیر چھوڑا۔

اوکے سر۔ لیکن ان فوجیوں کو کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ کیا ہم قیدی
ہیں۔ میجر ارجن نے پوچھا۔

نہیں میجر۔ تمہاری حفاظت بھی تو ضروری ہے۔ کرنل نے
لفظوں کو چباتے ہوئے کہا۔

میں فائل لے کر پہنچ رہا ہوں سر۔ میجر نے سیلوٹ کیا

آؤ دین میرے ساتھ۔ میجر نے ناگر کو اشارہ کیا۔ وہ اس کے ساتھ آگیا۔

اور پھر ارجن نے ناگر کو اشارہ کیا۔ ناگر نے وہ فائل اپنے جسم سے باندھ کر اُوپر وردی پہن لی۔

تم یہاں سے کسی نہ کسی طرح فرار ہو جاؤ۔ ناگر۔ یہ فائل یوں سمجھ لینا۔ ہماری زندگی اور موت ہے۔ اگر یہ دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو پھر تم جانتے ہو۔ ارجن نے اسے تمام واقعہ سنا دیا۔

میں وعدہ کرتا ہوں جناب۔ اپنے ہر سانس سے پہلے اس کی حفاظت کروں گا۔ ناگر نے قسم کھائی۔

اور پھر ناگر تیزی سے بھاگ گیا۔ وہ نکلتا چلا گیا۔ کیونکہ کرنل اس وجہ سے پُرسکون تھا کہ فائل میجر اسے پہنچائے گا تب وہ باہر جائیں گے۔

میجر کرنل کے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان کا پول کھل گیا ہے۔ کرنل کوئی چال چل رہا ہے۔ اور پھر اسی وقت اس کے کمرے میں کرنل موجود تھا۔

فائل اس الماری میں ہے سر۔ یہ چابیاں لے لیں۔ میں جا رہا ہوں۔ میجر ارجن نے کہا۔

بہتر۔ میجر۔ تم جا سکتے ہو۔ اسی وقت دو فوجی اس کے قریب آ گئے۔

اور پھر ایک بند ملٹری ٹرک میں انہیں لے جایا گیا۔ یہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ تنویر نے اشارے سے پوچھا کہ ناگر کہاں ہے۔

ارجن نے اشاروں میں جواب دیا کہ وہ فرار ہو گیا ہے۔ دعا کرو۔ وہ صحیح سلامت پہنچ جائے۔ اور پھر ان کی گفتگو یہیں پر ختم ہو گئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہو۔ میجر نے اس پر احتجاج کیا لیکن کرنل کے دلائل سن کر میجر کو تسلیم کرنا پڑا کہ پتہ نہیں کیا چکر ہے۔

اور پھر ہیڈ کوارٹر نمبر ۲ پر انھیں اتار دیا گیا۔ یہاں پر انھیں کمانڈر کے روبرو پیش کر دیا گیا۔

اور پھر انھیں پتہ چلا کہ یہ دونوں گرفتار ہو کر آئے ہیں۔ ارجن بہت تلملایا۔ لیکن کچھ نہ ہو سکا۔

مظفر کو دوسری گاڑی میں لایا گیا۔ لیکن اسے بھی اسی جگہ لایا گیا۔ جہاں یہ آئے تھے۔

اور پھر میجر اور تنویر کو جکڑ دیا گیا۔ انھوں نے خود کو اس وجہ سے بندھوا لیا کہ دیکھو اب کیا ہوتا ہے۔

ایک کمرے میں انھیں کھڑا کر دیا گیا۔

تم نے کب سے بھیس بدلا ہوا ہے۔ کمانڈر نے پوچھا۔

جب سے تمھیں پتہ چلا ہے۔ ارجن نے جواب دیا۔

ارجن زندہ ہے یا مر گیا۔ کمانڈر نے پوچھا۔

مجھے نہیں معلوم۔ کہ وہ زندہ ہے یا تم زندہ رہو گے۔ ارجن نے کہا۔

اسی وقت ایمونیا کی بوتل آگئی۔ اور پھر آرتھر کا چہرہ پہلے سے بھی زیادہ بدصورت ہوگیا۔

وہ مسکرا رہا ہے کہ اسے کس انداز سے گرفتار کیا گیا۔ تاکہ یہ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہ کرسکے۔

تمہارا نام کیا ہے۔ کمانڈر نے غرا کر پوچھا۔

آرتھر۔ میرے ساتھی کا نام تنویر ہے۔ آرتھر نے کہا۔

اور پھر اسی وقت ایک فوجی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک لیٹر کمانڈر کو پکڑا دیا۔ کمانڈر نے جیسے ہی اسے پڑھا اس کے چہرے پر غصے کی بجلیاں کوندنے لگیں۔

تمہارے پاس کاغذات تھے۔ وہ کہاں ہیں۔ کہ آرتھر کے چہرے پر بید رسید کی۔

آرتھر بلبلا اٹھا۔

مجھے نہیں معلوم۔ میرے پاس کوئی کاغذات نہیں ہیں۔ آرتھر نے غصے سے کہا۔

جلدی بتاؤ۔ ورنہ تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گا۔ جلدی بکو۔ کمانڈر دھاڑا۔

تم بتاؤ۔ جلدی بکواس کرو۔ اس نے ایک بید تنویر کے رسید کی۔

اور پھر تنویر کے منہ سے گالیوں کا طوفان نکل پڑا۔

اوہ کتے کے بچے۔ فائل بتادو۔ ورنہ تمہارے جسم کے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔

اونہہ۔ ٹکڑے ضرور بتائیں گے۔ ورنہ میں تو بتانے سے کہا۔ آرتھر نے کہا۔

بکواس بند کرو۔ انہیں شکنجے میں کس دو۔ کمانڈر نے کہا۔

اور پھر شکنجے میں ان کے ہاتھ پاؤں کس دیئے گئے اور پھر آرتھر کی ایک طویل چیخ نکلی۔

اس کے بعد دوسری چیخ تنویر کی نکلی تھی۔ یہ دونوں تقریباً درد سے بلبلا اٹھے۔

بتاؤ۔ ورنہ چیخ چیخ کر مر جاؤ گے۔ کمانڈر غرایا۔

پاگل ہو رہے ہو۔ فائل تمہیں زندگی بھر نہیں مل سکتی۔ یہ حاجی منظفر الدین نہیں ہے۔ جو عزت بیچ دے گا۔ ہاں سودا ہو سکتا ہے۔ فائل کے بدلے فائل . . . . . . !

اونہہ۔ شکنجہ اور کس دو۔

آہ . . . . . آہ . . . . . آرتھر کی دردناک چیخ نے تنویر کے چہرے پر پسینے کے قطرات پیدا کر دیئے۔

میں نہیں بتاؤں گا۔ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ آرتھر چیخا۔

اونہہ۔ تم بتاؤ۔ تمہارا دوسرا ساتھی کہاں گیا۔ کمانڈر تنویر کی

طرف مڑا۔

میں اسے کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا بھی ہوتا تو پھر بھی نہ بتاتا۔ تنویر نے کہا۔

اونہہ۔ انہیں اتنا مارو کہ ان کی کھال خود بخود ادھڑ جائے کمانڈر چیخا۔

اور پھر ان دونوں پر کوڑوں کی بارش ہوگئی۔ لیکن ان کی چیخوں میں نہ تو احتجاج اور نہ بے بسی۔

یہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔

اور پھر اسی وقت کمانڈر بوکھلایا ہوا اندر آگیا۔

ان دونوں کو بنکر ۳ پر لے چلو۔ باہر سے گولیوں کے چلنے کی آواز آرہی تھی۔

ان دونوں کو اسٹریچر پر لٹا کر ایک ریڈ کراس کی وین میں انہیں بند کر کے وین تیر کی طرح نکلتی چلی گئی۔

گولیوں اور گرینیڈوں کے پھٹنے کی آوازیں اتنی شدت سے آرہی تھیں کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے فوج پر کسی نے حملہ کر دیا ہو۔

یہ چھوٹا سا ہیڈ کوارٹر تھا۔ جو تقریباً شہر سے دور تھا۔ وین اتنی تیز رفتاری سے جارہی تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی الٹی۔

اور پھر وہی ہوا ایک پل پر سامنے سے آنے والے ٹرک سے گاڑی ٹکرا گئی۔

تنویر اور آرتھر دونوں گاڑی کے دروازے کھلنے سے اسٹریچر سمیت دریا میں گر گئے۔

فوجیوں نے چھلانگیں لگائیں۔ اور پھر ان دونوں کو باہر نکال لیا گیا۔

اسی وقت فوجیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

انہوں نے مقابلے کی بہت کوشش کی۔ لیکن بے سود اور پھر تمام ہی فوجی ختم ہو گئے۔

پیچھے اور ٹرک آرہے تھے۔ جو ابھی دور تھے۔ اسی وقت بل ڈاگ دوڑتا ہوا ان دونوں کی طرف بڑھا۔

اس نے اپنے ساتھیوں کو ان دونوں کو اٹھانے کے لیے کہا۔

اور پھر یہ لوگ دریا کی طرف ہو لیے۔ اور دوڑتے ہوئے جنگل میں روپوش ہو گئے۔

اور پھر ایک طویل تہہ خانے میں یہ لوگ داخل ہو گئے۔

انہیں جلدی ہوش میں لاؤ۔ بلڈاگ نے کہا۔

اور پھر سب سے پہلے آرتھر کو ہوش آیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ ادھر ادھر دیکھا اور اٹھ بیٹھا۔ اٹھتے ہی درد کی ٹیسوں کی وجہ سے اس نے برا سا منہ بنایا۔

شکر ہے۔ تم لوگ بچ گئے ہو۔

ان کے کپڑے تبدیل کرو۔ بلڈاگ نے اپنے ساتھیوں

سے کہا۔

"ناگر آگیا یا نہیں۔ آرتھر نے اٹھتے ہی پوچھا۔

کیا مطلب۔ ناگر کہاں ہے۔ بل ڈاگ نے چونک کر پوچھا۔

اور پھر آرتھر نے تمام واقعہ سنایا۔

بل ڈاگ کے چہرے پر غصہ اور درندہ پن کی علامات ابھر آئیں۔

وہ دہاڑا۔

ناگر کو تلاش کرو۔ اگر وہ غدار ہو گیا تو اسے اتنی گولیاں مارنا کہ اس کی پہچان مشکل ہو جائے۔

اور پھر اسی وقت بکس میں سے سیٹی کی آواز ابھری۔

بلڈاگ تیزی سے اس طرف لپکا۔ اور پھر اس نے ایک آلہ نکال لیا۔

یس بل اسپیکنگ اوور۔

نمبر ۱۰ اسٹار لی اسپیکنگ اوور۔

کیا بات ہے۔ کوئی خاص خبر ہے اوور۔

ہاں جناب۔ ناگر کی رپورٹ ہے۔ وہ زخمی حالت میں ایک جگہ چھپا ہوا ہے۔ اس کو اتنے زخم آئے ہیں کہ وہ چل نہیں سکتا۔

میں نے آدمی بھیج دیئے ہیں۔ کیا اسے یہاں بھیج دیں۔ اوور۔

ہاں۔ اسے جلدی سے یہاں پہنچاؤ۔ اوور۔

او کے باس۔ میرے آدمی آنے والے ہیں۔ میں اطلاع

دوں گا اوور۔

یہیں بھیج دو۔ دس منٹ سے زیادہ نہ لگیں۔ اوور

او کے باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ اوور

اور پھر بلڈاگ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

آرتھر اور تنویر بھی چونک چونک کر دیکھتے رہے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد دو آدمی ناگر کو اٹھائے ہوئے اندر آگئے۔ اُنھوں نے باس کو سلام کیا۔ ناگر زخموں سے چور خون میں لت پت تھا۔

ناگر کیا ہو گیا تمھیں۔ فائل تمھارے پاس ہے کیا۔ بل ڈاگ نے سب سے پہلے پوچھا۔

فائل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے اپنے سینے کے بٹن کھول دیئے۔

اور پھر اسی وقت یہ سب چونک اٹھے۔ اس کے سینے پر فائل خون میں لت پت تھی۔ بلڈاگ نے اسے احتیاط سے نکالا۔

آرتھر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ناگر نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

آرتھر اٹھا اور اس کے قریب آگیا۔

میں نے آپ کی امانت آپ کے سپرد کر دی ہے۔ ناگر نے کہا۔

ہاں ہاں۔ ناگر تم بچ جاؤ گے۔ اسے ہسپتال لے چلو۔ آرتھر نے کہا۔

نہیں دوست ۔ ہسپتال ہم نہیں جا سکتے ۔ فوج اور پولیس ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے ۔ بلڈاگ نے کہا۔

اونہہ .... اچھا دوست ۔ آرتھر رو پڑا

اور پھر ناگر نے دو تین ہچکیاں لیں اور پھر وہ ایک طرف کو منہ کر کے نئی دُنیا کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ ان سب نے رقت سے منہ پھیر لئے بل ڈاگ بھی آبدیدہ ہوگیا۔

ان لوگوں نے اس کو دفنانے کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ خود ہی اُنھوں نے اسے کفن پہنایا ۔ اور پھر اُنھوں نے بھیس بدلے اور اس کی میت کو قبرستان کی طرف لے کر چل دیئے ۔ اُنھوں نے اسے خود ہی دفن کیا اور پھر یہ لوگ واپس چلے آئے ۔

رات کی تاریکی میں وہ دس بارہ آدمی تھے ۔ جو ایک طرف بڑھے جا رہے تھے ۔ اُنھوں نے چھپتے چھپتے جنگل کو عبور کیا ۔ اور پھر یہ لوگ ایک بند وین کی طرف بڑھے ۔ ان کے بیٹھتے ہی وین اسٹارٹ ہوگئی۔ اور پھر وین انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی رہی ۔ اس گاڑی میں بیٹھے ہوئے تمام چہروں پر ایک عزم تھا ۔ اور پھر اُنھوں نے ایک جگہ گاڑی روک دی ۔ اسی وقت ایک فوجی ان کے قریب آگیا۔

کون ہو تم ۔ اس وقت کدھر جا رہے ہو ۔ اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

ہم کو کرنل صاحب نے وقت دیا ہے ۔ یہ ان کا کارڈ ہے ۔ ساجن دادا کے آدمی ہیں ہم ۔ ایک آدمی نے کہا۔

اوہ ۔ ساجن دادا ۔ فوجی چونکا ۔ ٹھہرو میں پتہ کرتا ہوں ۔ فوجی نے کہا۔

اسی وقت ایک آدمی وین میں سے اترا اور وہ اس کے پیچھے بڑھا ۔ جیسے ہی فوجی نے فون کرنے کے لیے چونگا اٹھایا ۔ اسی

وقت اس شخص نے ریوالور نکالا۔ اور ٹھُس کی آواز کے ساتھ
فوجی زمین پر پڑا ہوا تھا۔

جلدی آؤ۔ کامیابی ہوئی ہے۔ کسی نے پوچھا۔

گھبرائیں مت۔ کامیابی ہی کامیابی۔ دوسرے نے جواب دیا۔

ایک بار پھر ان کی گاڑی چلی جا رہی تھی۔

اب ایک اور پوسٹ سُرخ بتی نظر آئی۔

اُنھوں نے لائٹ کے ذریعے راستہ مانگا۔ لیکن فوجی نے روک
لیا۔ اُنھوں نے اترنا مناسب نہیں سمجھا۔

کون ہو تم۔ کہاں جا رہے ہو۔ فوجی ان کے قریب آگیا۔

کرنل صاحب نے بلایا ہے۔ ساجن دادا کے آدمی ہیں۔ وہی فقرہ
دہرایا گیا۔

ساجن دادا . . . فوجی چونکا۔ اسی وقت ٹھُس کی آواز
ابھری۔ اُنھوں نے فوجی کو گھسیٹ کر ایک طرف کر دیا۔ دوسرے کو سوتے
میں ہی ختم کر دیا۔ تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے۔

ایکبار پھر ان کی گاڑی چل پڑی۔

اب آخری پوسٹ رہ گئی تھی۔ اُنھوں نے گاڑی کی رفتار بڑھا
دی۔

ایک بار پھر گاڑی روک دی گئی۔

کاغذات دکھاؤ۔ فوجی نے کہا۔

اوہ . . . . سول آدمی۔ یہاں کیسے۔ اس نے غرا کر پوچھا۔

ہم کرنل صاحب کے رشتہ دار ہیں۔ ایک اہم اطلاع انہیں
دینی ہے۔ ایک آدمی نے بتایا۔

کیا اطلاع ہے۔ ہم دیدیں گے۔ فوجی نے کہا۔

آپ کے لیے نہیں ہے۔ وہ اطلاع۔ دوسرے نے کہا۔

تو پھر یہیں سے واپس لوٹ جاؤ۔ یا اجازت نامہ دکھاؤ۔

فوجی نے برین گن سیدھی کر لی۔

اچھا دوست۔ ایک شخص نیچے اترا۔

اس نے بڑے ہی رازدارانہ انداز میں فوجی کے قریب منہ کیا
اور پھر اس کی جیب سے ریوالور کی گولی چلی۔ سائیلنسر لگے ریوالور
نے اس کی حرکت کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ دوسرا فوجی جیسے ہی باہر
آیا۔ اس کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا۔

جلدی آؤ۔ دیر نہ کرو۔ اندر سے غراہٹ ابھری۔

آخری مرغا تھا۔ ختم کر دیا گیا۔ باس۔ اس شخص نے بتایا۔

اب وین پھر آگے بڑھی۔

ان لوگوں نے ان سب کی اکٹھی کی ہوئی برین گنیں آپس میں تقسیم
کر لیں۔ اچھی طرح بیلٹ وغیرہ چیک کرنے کے بعد اُنھوں نے
گاڑی کو ایک طرف روکا۔ اور خود ایک کوٹھی کی طرف بڑھے۔

سامنے ایک دروازے پر دو محافظ چوکنے انداز میں کھڑے

ہوئے تھے۔
انھوں نے دُور سے دیکھا۔
اور پھر آرتھر نے پھرتی سے دو تین جمپ لیے اور ان کے سرو
پر پہنچ گیا۔ اس نے پیچھے سے دونوں فوجیوں کو گردن سے پکڑ
لیا۔ اسی وقت بلڈاگ نے دونوں کے سروں پر قیامت برپا کردی۔
انھوں نے کرہ کھولا۔ اور پھر ان پر خوشی کے اثرات دا
ہوگئے۔ سامنے مظفر پڑا ہوا تھا۔
آرتھر نے اس کی چارپائی پر ٹھوکر رسید کی۔ مظفر ہڑبڑا
کر اٹھ بیٹھا۔
خبردار اگر ذرا سی بھی غلط حرکت کی تو یہ ریوالور خاموش ہے
آرتھر غرایا۔
تم کون ہو۔ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے پوچھا۔
سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو اٹھو۔ آرتھر نے کہا
بلڈاگ نے پھرتی سے اسے اٹھایا اور باہر کی طرف لپکا۔ انھو
نے ایک ملٹری کے ٹرک پر قبضہ کیا۔ بلڈاگ نے اسٹرنگ پر قبضہ ک
لیا۔ اور پھر رات کی تاریکی میں یہ لوگ بھاگ نکلے۔
جیسے ہی یہ میدان کو عبور کر کے نکلے۔ اسی وقت فوجیوں کی ایک
گارد آگئی۔
آرتھر کی برین گن نے انھیں بھون کر رکھ دیا۔ اس کے سا

ی خطرے کا بھیانک سائرن اپنی بھونڈی آواز میں گونج اٹھا۔
سارٹ۔ گیرٹ۔ امیر۔ تم پیچھے کا خیال رکھنا۔ آرتھر نے کہا۔
آپ بے فکر رہیں۔ باسں۔ وہ برین گنیں کرتے ہوئے
ہوئے۔
اور پھر فوجیوں نے مورچے سنبھال لیے۔ انھوں نے ایک
وسٹ پار کرلی۔
گولیوں کی تڑتڑ نے انھیں بھی گولیاں چلانے پر مجبور کر دیا۔ اور
پھر سارٹ کی دلدوز چیخ ابھری۔
اوہ۔ ۔ ۔ ۔ گھبراؤ مت۔ احمد تم اس کی جگہ لے لو۔ بلڈاگ
نے کہا۔
او کے باس۔ احمد سارٹ کی جگہ پہنچ گیا۔
انھوں نے سارٹ کی لاش کو وہیں پھینک دیا۔
احمد نے گولیوں کی بارش کر دی۔
فوجیوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ اور پھر اسی وقت
بلڈاگ نے انھیں گرنیڈ بم استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔
اور پھر انھوں نے گرنیڈوں کی بارش کر دی۔
اب یہ ملٹری کے علاقے سے نکل گئے تھے۔ لیکن ان کے
پیچھے ملٹری کی گاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔
ایک بار پھر گولیوں کی بارش ہوئی۔ اب امیر اور گیرٹ ایک

بھیانک چیخ مار کر الٹ گئے۔

سنو۔ احمد۔ اگر مظفر کوئی شرارت کرے تو اسے گولی مار دی

آرتھر نے فائرنگ کرتے ہوئے کہا۔

بہتر جناب۔ احمد نے کہا۔

ان دونوں کی جگہ دو اور آدمی لے چکے تھے۔

گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔

آرتھر نے ایک پچھلے حصے کو دیکھا اور پھر اس نے دو گرینڈ بیک وقت اچھال دیئے۔ درخت دھڑام سے پوری سڑک کو گھیرے ہوئے زمین پر گر گیا۔

گاڑی چھوڑ دو۔ میرا خیال ہے۔ پیدل بھاگ چلیں۔ آرتھر نے کہا۔

ہاں۔ یہاں سے اچھا احمد نے جواب دیا۔

انھوں نے گاڑی میں ٹائم بم رکھا اور پھر یہ دریا کی ترائی میں اترتے چلے گئے۔

یہ لوگ تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے اڈے میں پہنچ گئے۔

مظفر کو انھوں نے ایک جگہ باندھ دیا۔

سناؤ۔ کیسا سودا رہا تھا۔ تمھارا۔ آرتھر نے پوچھا۔

تم کون ہو۔ مجھے کہاں لے آئے ہو۔ مظفر خوف سے بولا۔

تمھارے ہم وطن ہیں۔ صرف تمھیں غداری کی سزا دینی ہے۔

رہا تابوت تو اسے ہم تلاش ہی کر لیں گے۔

میں نے کوئی غداری نہیں کی۔ مظفر دہاڑا۔

فائل کا سودا کیا میں نے کیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے بلیک میل کیا تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے فائل انھیں دے دی۔ مظفر نے کہا۔

غداری کبھی بلیک میل نہیں ہوتی۔ بلڈاگ غرایا۔

اپنی سزا تجویز کرو۔ مظفر صاحب۔ ہم دیر نہیں کرنا چاہتے۔ آرتھر نے کہا۔

میں بے قصور ہوں مجھے معاف کر دو۔ وہ گڑگڑایا۔

جلدی کرو۔ ورنہ ہم شاید کوئی فیصلہ کر بیٹھیں۔ بلڈاگ نے کہا۔

مجھے گولی مار دو۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔ میں واقعی غدار ہوں۔ اس نے اقبال جرم کر لیا۔

اونہہ۔ اس وقت یہ خیال نہیں آیا دوست۔ آرتھر نے پوچھا۔

مجھے عورت اور دولت نے اندھا کر دیا تھا۔ وہ گڑگڑایا۔

ہمیں فرض نے مجبور کر دیا ہے دوست۔ آرتھر غرایا۔

احمد۔۔۔۔ تیز چاقو لے آؤ۔ آرتھر نے کہا۔

نہیں۔۔۔۔ خدا کے لیے مجھے اذیتیں نہ دو۔ میں مر جاؤں گا۔ وہ رویا۔

اس کی آنکھیں نکال لو۔ اور زبان بھی کاٹ لو۔ اس کی سزا بہت زیادہ ہوگی۔ آرتھر نے ان سب سے پوچھا۔

یہ ٹھیک ہے۔ اس کی آنکھیں نکال لو۔ اور زبان با
اور ٹانگیں کاٹ لو۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔
اور پھر مظفر کی چیخیں بلند ہوتی رہیں۔ لیکن احمد نے ان
بے دردی سے اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔ اور با
اور لاتیں توڑ دیں . . . . اور زبان کاٹ دی۔ اور
بیہوش ہوگیا۔

ان سب سے اس منظر کو دیکھا نہ گیا۔

باس ۔ چاروں طرف سے ملٹری نے کوٹھی کو گھیر لیا
ایک آدمی نے کہا۔

اونہہ ۔ تم بکواس کرتے ہو۔ بلڈاگ دہاڑا۔

باس ۔ خود دیکھ لیں۔ اس شخص نے آرتھر کو ساتھ آ
کو کہا۔

آرتھر تیزی سے اس کے ساتھ لپکا۔ اس نے ای
جگہ دوربین کے ذریعے دیکھا۔

اسے چاروں طرف ملٹری کے ٹرک نظر آئے۔ وہ لو
مورچے بنا رہے تھے۔

اوہ ۔ انہیں ہمارے اڈے کا کیسے پتہ چلا۔ آرتھر سو
لگا۔

تم سب تیار ہو جاؤ۔ ان سب کو یہاں سے زندہ نہ

جانے دینا چاہتا۔ بلڈاگ دہاڑا۔

اور پھر ان لوگوں نے مورچے بنائے۔ بلڈاگ نے امیر اور
گیرٹ کی لاش کو اٹھوایا۔ ان کے جسموں سے گرنیڈ اور ٹائم بم
باندھے اور ایک جگہ سے ان کو ان لوگوں پر پھینکنے کا پروگرام بنایا۔

عاشو۔ اس نے حبشی نما آدمی کو پکارا۔

یس باس ۔ وہ سینڈو قریب آگیا۔

ان لوگوں کو ان فوجیوں پر اچھال دو۔ اس نے حکم دیا۔

اوکے باس۔ اس نے گیرٹ کو اٹھا لیا۔

اور پھر دو تین چکر دینے کے بعد اس نے پوری قوت سے
اسے ان فوجیوں پر اچھال دیا۔

گیرٹ دھپ کی آواز کے ساتھ فوجیوں کے ایک حصے پر
گرا۔

اور پھر ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ فوجیوں کی چیخوں نے ان
کی جگہوں کا اعلان کر دیا۔

آرتھر نے برین گن سے ان لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر
دی۔ اور پھر چیخوں کا طوفان آگیا۔

اب عاشو نے امیر کی لاش کو پکڑا اور اتنی ہی پھرتی سے دوسری
طرف اچھال دیا۔

روشنی کی ایک لکیر کے ساتھ ہی اس کی لاش سیدھی

فوجیوں پر پھٹی۔ ایک بار پھر لرزہ خیز دھماکہ ہوا۔

اب فائرنگ میں شدت ہوگئی۔ فوجیوں نے دو تین گرنیڈ عمارت کی طرف اچھال دیئے۔ اس وقت عمارت کا ایک حصہ منہدم ہوگیا۔

میرا خیال ہے نکل جانا چاہیے۔ فوجیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلڈاگ نے کہا۔

ہاں۔ اس پوری عمارت میں ڈائنامیٹ لگا دو دوست۔ آن نے کہا۔

بہتر۔ ابھی لگاتا ہوا ہے۔ احمد نے پھرتی سے پوری عمارت میں ڈائنامیٹ لگا دیا۔

فائرنگ برابر جاری تھی۔

ایک بار پھر دو تین گرنیڈ آکر پھٹے۔ باقی سے آدھا حصہ بھی ملبہ کا ڈھیر ہوگیا۔

ان لوگوں نے نیچے کمرے میں جا کر ایک چرخی کو گھمایا۔ اور پھر ایک لمبی سی سرنگ میں داخل ہو گئے۔

ایک اور دھماکے نے بلڈاگ کے تین ساتھیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ جلدی سے اس طرف آرہے تھے۔

اوہ۔ چلو جلدی نکلو یہاں سے۔ بل ڈاگ غرایا۔

اور پھر اس لمبی سرنگ کا اختتام ایک گٹر پہ ہوا۔ انھوں نے گٹر

سیڑھیاں عبور کیں۔ لیکن پھر ان کو احساس ہوا کہ گٹر اوپر سے بند ہے۔ یہ لوگ انتہائی حیران رہ گئے۔

اور پھر لرزہ خیز دھماکوں اور اس کے ساتھ چیخوں کی ملی جلی آوازوں نے ان کے ہوش گم کر دیئے۔ پوری عمارت میں آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے اس گٹر تک آرہے تھے۔

انھوں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ گٹر کا ڈھکنا اٹھا سکیں۔ لیکن پھر انھیں مایوسی ہوئی۔

اس گٹر کا دوسرا راستہ تلاش کرو۔ آرتھر نے کہا۔

میرا خیال ہے۔ اسی طرح اس گندگی میں بھاگتے رہیں۔ تو اچھا رہے گا۔ تنویر نے کہا۔

اور پھر انھوں نے گٹر کے اوپر انجن سٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ اور انہیں سوچنا پڑا کہ گٹر کے ڈھکنے پر کوئی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔

آہستہ آہستہ کھولنا دوست۔ تنویر نے آرتھر کو کہا۔

آرتھر نے آہستہ آہستہ ڈھکنا اٹھایا۔ سڑک دور تک سنسان پڑی تھی۔ اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر یہ لوگ اس میں سے نکل کر گلی میں داخل ہو گئے۔

کئی گلیاں تیزی سے کراس کرنے کے بعد یہ لوگ تنویر کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گئے۔

تنویر نے ان سب کو ایک طرف کھڑا کیا اور خود وہاں پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسی وقت قدموں کی چاپ سنائی دی۔

کون ہے۔ نسوانی آواز۔

میں تنویر ہوں۔ نجمہ۔ تنویر نے کہا۔

اور پھر نجمہ نے ایک دم دروازہ کھول دیا۔ اور پھر وہ بری طرح اس کے سینے سے چمٹ گئی تھی۔

تنویر کا دل بھی چاہا کہ اسے اس طرح سینے سے لگا لے کہ اس میں اور اس میں کوئی فرق نہ رہے۔

میں مر جاؤں گی۔ تنویر۔ تم کہاں رہتے ہو۔ نجمہ نے روتے ہوئے کہا۔

میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ میں جلد واپس چلا جاؤں گا۔ تنویر نے کہا۔

تمہارا ایک ساتھی تو بہت ہی بیمار ہے۔ نجمہ نے بتایا۔

۱۱۸ کا کوئی پیغام تو نہیں آیا۔ تنویر نے نجمہ سے پوچھا۔

اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

کہیں اسے گولی نہ مار دی گئی ہو۔ تنویر نے سوچا۔

اور پھر تنویر ان سب کو اندر لے آیا۔

ان لوگوں کو اتنی تھکاوٹ تھی کہ انھیں پڑتے ہی نیند آگئی۔

تنویر نجمہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

آرتھر اسی وقت اٹھا اور وہ نمبر ۱۲۰ کی طرف بڑھا۔

تم کو کیا تکلیف ہے دوست۔ آرتھر نے پوچھا۔

میری ایک ٹانگ اور جسم پر بہت سخت چوٹیں ہیں۔ اس نے بتایا۔

اوہ۔ تم چل نہیں سکتے۔ بات کر سکتے ہو۔ آرتھر نے پوچھا۔

مجبوری ہے۔ دوست۔ ورنہ کون ایسا کرتا ہے۔ کیا میرا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنے وطن کے کام آ سکوں۔ نمبر ۱۲۰ نے سسکتے ہوئے کہا۔

معاف کرنا دوست۔ میں نے تمھیں دکھ پہنچایا ہے۔ آرتھر نے معافی مانگی۔

تنویر ادھر آؤ۔ آرتھر نے پکارا۔

فرمایئے۔ تنویر نجمہ کو سوتا چھوڑ کر چلا آیا۔

یہ لڑکی کون ہے۔

آرتھر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

تنویر نے لڑکی والا واقعہ سنایا۔

آرتھر اس سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

وہ تنویر کو ایک طرف لے گیا۔

مجھے یہاں کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ دوست۔ آرتھر

نے کہا۔

کیسا خطرہ ہے ۔ تنویر نے چاروں طرف دیکھا۔

یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے ۔ جس سے ہم بچ کر نکل سکیں۔ کیونکہ اب ملٹری ۔ سیکرٹ سروس دونوں حرکت میں آ گئی ہوں گی۔ آرتھر نے بتایا۔

اونہہ ۔ تو پھر یہاں سے جلدی نکلیں ۔ تنویر نے بتایا۔ اس کی چھٹی حس بھی گواہی دے رہی تھی۔

سگار چھوڑ دیئے کیا۔ تنویر نے پوچھا۔

مجبوری ہے دوست ورنہ سگار کون چھوڑتا ہے۔ آرتھر نے بتایا۔

اور پھر انھوں نے گاڑی سنبھالی ۔ یہ تین جیپیں تھیں ۔ جو انھوں نے مہیا کی تھیں ۔ اور پھر پہلے ایک جیپ نکلی پھر دوسری اور سب سے آخر میں تیسری جیپ جس میں آرتھر ، بل ڈاگ، تنویر، نجمہ اور نمبر ۱۲۰ تھے ۔

اگلی جیپوں میں بلڈاگ کے ساتھی تھے ۔

میرا خیال ہے ۔ دادا کے پاس چلیں۔ بلڈاگ نے کہا۔

چلو۔ ساجن دادا کے پاس ہی چلو۔ آرتھر نے کہا۔

اس کے علاوہ کہاں جائیں دوست ۔ بلڈاگ نے کہا۔

اور پھر ان کی جیپیں ساجن بار کے سامنے جا کر رک گئیں۔ یہ

لوگ پھرتی سے باہر نکلے اور رات کی تاریکی میں بار میں داخل ہو گئے۔
جیسے ہی یہ لوگ بار میں داخل ہوئے۔ انھیں چونکنا پڑا۔ [illegible]
گن برداران کی تواضع کے لیے موجود تھے ۔

آرتھر غور سے سب کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے پھرتی سے جمپ لیا۔ لیکن اسی وقت اس کے آس پاس گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔

خبردار اگر غلط حرکت کی تو گولی مار دیں گے۔ فوجی غرائے۔

اونہہ ۔ آرتھر خاموشی سے ہاتھ اٹھائے کھڑا رہا۔

بلڈاگ غصے سے ہونٹ کاٹتا رہا۔

اسی وقت ساجن دادا اندر آ گیا۔ اس نے ان لوگوں کو پریشانی کی حالت میں دیکھا۔ بلڈاگ اور آرتھر کے چہرے پر درندگی چھائی ہوئی تھی۔

تم نے اچھا نہیں کیا دادا ـــــ ہمارا انتقام ادھار رہا۔ بلڈاگ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

نہیں باس ۔ میں نے کچھ نہیں کیا ۔ میں بے قصور ہوں۔ ساجن گڑگڑایا۔

نہیں۔ یہ سب کچھ تمھاری وجہ سے ہوا ہے ۔ ورنہ ان لوگوں کو کیسے معلوم ہوا۔ آرتھر نے پوچھا۔

تم ان لوگوں کو نہیں لے جا سکتے ۔ ساجن دہاڑا۔

ساجن تم ہمارے غلام ہو۔ ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ آفیسر غرایا۔

نہیں۔ تو پھر یوں سمجھ لو۔ تم میری لاش پر سے انھیں لے جا سکتے ہو۔ ساجن چیخا۔

اسے گولی مار دو۔ آفیسر نے ایک فوجی کو اشارہ کیا۔

اور پھر جتنی دیر تک ساجن سنبھلتا اس پر گن کی بوچھاڑ ہوئی۔ وہ خون میں لت پت پڑا ہوا تھا۔ ان سب نے اس کی موت کے افسوس میں آنکھیں بند کر لیں۔

اس کی موت تمہارے لیے عبرت ثابت ہوگی۔ مجھے امید ہے تم لوگ کوئی گڑبڑ نہیں کرو گے۔

آفیسر نے جیسے ہی منہ پھیرا اسی وقت آرتھر نے انتہائی پھرتی سے جمپ لیا اور پھر وہ اتنی ہی تیزی سے کھڑکی کے راستے باہر جا گرا۔ اس نے باہر گرتے ہی نہایت چستی دکھائی اور پھر وہ گولیوں سے بچتا ہوا بھاگتا چلا گیا۔

جیسے ہی اس نے گلی پار کی ایک فوجی نے اسے دبوچ لیا۔ اور پھر اسی وقت اس نے پھرتی سے اسے اٹھایا اور دور پھینک دیا۔ اب آرتھر نے اپنی جیب سے ننھا سا ریوالور نکالا۔ دوسرے لمحے وہ فوجی خون میں لت پت پڑا تھا۔ اس نے پھرتی سے ایک جاتی ٹیکسی کو روکا اور پھر وہ پرسکون انداز میں جا رہا تھا۔ اس نے اپنے سینے کی طرف دیکھا جہاں پر بندھے ہوئے کاغذات اس کی کامیابی کی ضمانت تھے۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو غور سے دیکھا۔ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے سامنے لگے ہوئے سائن بورڈوں کو پڑھا۔ وہ حیران رہ گیا۔

تم کہاں جا رہے ہو۔؟ آرتھر نے پوچھا۔

کسی ایسی جگہ جہاں پر بندہ اور نہ بندے دی ذات ہوئے۔ اس نے پنجابی میں کہا۔

اے مسٹر کیا بولتا ہے۔؟ آرتھر نے پوچھا۔

کچھ نہیں جناب ۔ بس آپ خاموش رہیں ۔ پھر دیکھیں میں کہاں لے کر جاتا ہوں ۔ ڈرائیور نے کہا۔

میں کہتا ہوں ۔ گاڑی روکو ۔ ورنہ گردن توڑ دوں گا۔ آرتھر چیخا۔

براہ کرم اگر خاموشی سے بیٹھیں تو اچھا رہے گا۔ ورنہ آپ کی مرمت کرنی پڑے گی۔ ڈرائیور مسکرایا۔

بکواس بند کرو۔ وہ چیخا۔

بہتر جناب ۔ میں بکواس بند کرتا ہوں ۔ لیکن بیان جاری رکھوں گا۔ ڈرائیور نے جواب دیا۔

اچھا۔ دوست۔ جہاں چاہے لے چلو۔ آرتھر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں ۔ اور وہ سوچنے لگا کہ وہ اپنے ملک سے یہاں آکر پھنس گیا۔ وہ سوچتا رہا۔ اسی وقت چرچر کی آواز ابھری۔ آرتھر چونک اٹھا۔ ڈرائیور کراس کر رہا تھا۔ آرتھر نے نفرت بھری نگاہوں سے ڈرائیور کو دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

کیا سوچ رہے ہیں صاحب ۔ ڈرائیور نے پوچھا۔

سوچ رہا ہوں۔ تم مجھے نکاح روم میں لے کر جا رہے ہو۔ یا اپنے ڈیتھ روم میں ۔ آرتھر نے کہا۔

بہت اچھا خیال ہے صاحب ۔ آپ تو مجھے مصنف معلوم ہوتے ہیں۔ ڈرائیور نے کہا۔

کیوں کیا میرے میں تمھیں کوئی ایسی بیماری نظر آرہی ہے ۔ آرتھر نے پوچھا۔

آپ کی یہ ڈھانچہ نما خوبصورت بوتھی بتا رہی ہے کہ آپ بھی مصنف ہیں۔ ایک بلند بانگ مصنف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ڈرائیور نے آگے کچھ کہنا تھا لیکن خاموش ہو گیا۔

تمھاری سے دم نکل آئی ہے یار۔ تم تو سمجھدار ہو گئے ہو۔ آرتھر نے کہا۔

جی ہاں ۔ مگر میری دم آپ کی دم سے لمبی نہیں ہے۔ ڈرائیور نے کہا۔

اونہہ ۔ چھوٹی دم تو خاندانی رگوں کے ہوتی ہے ۔ تو تم اصیل خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ آرتھر نے کہا۔

آپ کا نام کیا ہے صاحب ۔ قسم سے آپ سے مل کر بہت ہی لطف آیا۔ ڈرائیور نے کہا۔

مجھے تم سے مل کر بہت دکھ ہوا ہے کیونکہ تم مجھے جہاں لے جا رہے ہو۔ وہاں تمھاری جان کو بھی خطرہ ہو گا۔ آرتھر نے کہا۔

صاحب۔ ہماری جان کو خطرہ نہیں ہو سکتا۔ ویسے بھی میں

آپ کے بہکائے میں نہیں آ سکتا۔

اوہ۔ بہکائے میں تو عورتیں آیا کرتی ہیں۔

آپ پہلے شخص ہیں جس پر مجھے ترس آ رہا ہے۔

کیوں کیا تم چنگیز خان یا ہلاکو کے خاندان سے متعلق ہو۔

اچھا صاحب۔ اب باتیں بند آپ کی منزل آ گئی ہے۔ اب بیشک آپ اپنی زندہ دلی کا اندر جا کر ثبوت دیں۔ ڈرائیور نے گاڑی ایک گیراج میں روکی۔

اسی وقت کمرہ نیچے دھنسنا شروع ہو گیا . . . . اور پھر ایک ہال میں جا کر اس نے ٹیکسی کو بند کر دیا۔

بہت ہی خوبصورت جگہ ہے۔ ویسے بھی عورتوں کے لیے ایسے ہی تہہ خانے اچھے لگتے ہیں۔

گستاخ بھی ہوتے جا رہے ہو۔

لیکن دوست۔ میں شکلیں ضرور یاد رکھتا ہوں . . . . تاکہ میرا انتقام پورا ہو سکے۔

میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ آپ جب مرضی آئے اپنا فرض ادا کر لیں۔ اس نے ریوالور نکال کر انگلیوں پر گھماتے ہوئے کہا۔

اس مٹی کے مادھو کو جیب میں رکھ لو۔

میں گولی مار دیا کرتا ہوں

اوہ تو گولی کیوں نہیں چلاتے . . . . چلاؤ گولی میرے مٹی کے شیر۔

آرتھر نے اسے غصہ دلانا چاہا۔

لیکن اسی وقت کمرے میں دو فوجی آ گئے۔ انھوں نے گنوں سے اس کو حراست میں لے لیا۔ آرتھر نے مسکرا کر انھیں دیکھا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔ لیکن اس نے اپنے سینے پر بندھے ہوئے کاغذات کو دیکھتے ہوئے سوچا اگر یہاں اس سے کاغذات چھین لیے گئے تو برا ہو گا۔

اور پھر کمرے میں داخل ہوتے ہی آرتھر چونک اٹھا سامنے ساجن کو زندہ دیکھ کر یہ حیران رہ گیا۔

اونہہ . . . . دھوکہ باز . . . . میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اوہ . . . . یہ میرا فرض تھا دوست اور میں اصول کے معاملے میں بہت پابند ہوں۔

اونہہ۔ اصول پرست کمینے دشمن۔ اسی وقت آرتھر نے پھرتی سے ساجن کی گردن کو جکڑ لیا۔ اور پوری قوت سے دبانے لگا۔ اسی وقت ایک فوجی نے گن کا بٹ اس کے سر پر دے مارا۔ لیکن آرتھر نے گردن نہ چھوڑی۔

اسے چھوڑو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔

آرتھر نے اپنی گردن سے لگی ہوئی گن کو دیکھا اور پیچھے ہٹ گیا۔
ساجن نے دو تین ہچکیاں لیں اور پھر اس کا سر ایک طرف کو
ڈھلک گیا۔

اسی وقت ایک موٹے کلوٹے فوجی نے آرتھر پر لاتوں اور
گھونسوں کی بارش کر دی۔

اسے جکڑ دو۔

اونہہ۔ نقلی ساجن کو تم نے بھیج کر اچھا پلان بنایا ہے دوست

مسٹر آرتھر آپ ہماری عقل کی داد نہیں دیں گے۔ شاید تم ہمیں
بیوقوف سمجھتے رہے ہو۔ ہم نے صرف بچہ سمجھ کر تمھیں ابھی تک
نہیں چھیڑا تھا ورنہ تمھارے جیسوں کو تو ہم انگلیوں سے مسل دیتے
ہیں۔

اونہہ۔ یہ گیدڑ بھبکیاں کسی اور کو دینا۔ تم میں اگر ہمت ہے
تو میرے ہاتھ کھول دو۔

پاگل ہو رہے ہو۔ تم اس وقت ہمارے قبضے میں ہو۔
ہم تمھاری نسلوں تک کو ختم کر سکتے ہیں۔

اونہہ۔ وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔ تم لوگ بزدل ہو۔ رات
کی تاریکی میں چھپ کر وار کرنے والے مکار کمینے دشمن ۔۔۔

اوہ۔ یو شٹ اپ۔ بلڈی باسٹرڈ۔

اور چیخو۔ اتنے زور سے چیخو کہ تمھارے پھیپھڑے پھٹ جائیں

اسی وقت کمرے میں ایک اور آدمی آگیا۔ اسے دیکھ کر سب
ب ہو گئے۔ ایسا محسوس ہوا جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

سر۔ یہی ہے وہ مجرم۔ جس نے ارجن کا بھیس بدلا۔۔۔
نہ بچ کر نکل بھاگا۔ اسی کی وجہ سے ہماری کئی قیمتی جانیں ختم
ئیں۔ کئی اڈے چھوڑنے پڑے اور فائل بھی اسی کے
تھی کے پاس ہے۔

اونہہ۔ تو تمھارا نام ہے آرتھر۔

ہو سکتا ہے۔ میرا نام یہی ہو۔ کیا تم پہلے اپنا تعارف نہیں
ؤ گے۔

اونہہ۔ مجھے سارا بائیکے کہتے ہیں۔ میرا نام موت کی آواز
ہے۔ بوڑھے ۔۔۔۔

اونہہ۔ تو تم بندرا باندھی کے کچھ لگتے ہو۔۔۔ سیکرٹ سروس
سربراہ صاحب۔

یہ غیر ضروری سوالات ہیں۔ تم اتنا بتاؤ۔۔۔۔ فائل
ہاں ہے۔ ؟ صرف فائل کے متعلق بتاؤ۔

فائل میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے اپنے جس ساتھی
فائل دی تھی اسے تمھارے ساتھیوں نے گولی مار دی۔

یہ بکواس ہے۔ فائل تمھارے پاس موجود ہے۔

اونہہ۔ تو پھر تلاش کر لو۔ آرتھر نے اپنے سینے میں دھڑکتے

ہوئے دل کی دھڑکنوں کو خطرے کا الارم گاتے سن کر جواب دیا۔

اس کی تلاشی لو۔ چاہے اس کی کھال ادھیڑنی پڑے۔

ٹھہرو دوست۔ فائل میرے پاس ہے۔ لیکن تم میری زند
تک اسے نہیں لے سکتے۔ صرف سودا ہو سکتا ہے۔

کیا مطلب۔ ؟

سارا بائیکے نے غصے سے پوچھا۔

ہماری فائل مجھے دے دو۔ میں تمہاری لاش سے بھی
فائل وصول کر لوں گا۔

کیا سودا منظور نہیں ہے۔

نہیں ۔ ۔ ۔ میں فائل حاصل کر لوں گا۔ !

اور پھر اسی وقت آرتھر نے جپ لیا اور ایک فوجی کی گن چھین لی
جتنی دیر تک یہ لوگ سنبھلتے اس کی برین گن نے سب کو ٹھنڈا کر دیا۔

اب وہ سارا بائیکے کی طرف بڑھا۔

اونہہ۔ میں جانتا ہوں۔ تم کوئی نیا چکر چلاؤ گے لیکن یہ
کمرہ بھی شاید تمہارا ساتھ نہ دے سکے ۔ ۔ ۔ ساؤنڈ پروف کمروں
کا جہاں کچھ فائدہ ہوتا ہے وہاں کچھ نقصان بھی ضرور ہے۔

بکواس بند کرو۔ تم یہاں سے زندہ سلامت نہیں جا سکتے۔

پاگل ہو رہے ہو بائیکے میں تمہیں ڈھال بناؤں گا۔ اور تم خود دیکھو
گے کہ میں کس طرح صحیح سلامت نکل جاؤں گا۔

آرتھر نے گن کا رخ اس کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

چلو میرے آگے ہو جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہاں لے چلو۔ جہاں
تابوت رکھا ہوا ہے۔

نہیں ۔ تم مجھے گولی مار سکتے ہو۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔

بائیکے۔ سوچ لو۔ ۔ ۔ ۔ میں برین گن کا پورا برسٹ تمہارے
حلق میں اتار دوں گا۔

جو مرضی آئے کرو۔ میں تمہارا حکم نہیں مانوں گا۔

اونہہ۔ تو پھر تمہاری مرضی۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔

اسی وقت آرتھر نے گن کا بٹ اس کے سر پر رسید کیا۔ لیکن
بائیکے نے پھرتی سے اس کے پیٹ پر لات رسید کی۔ آرتھر کے ہاتھ
سے گن چھوٹ کر دور جا گری۔ آرتھر نے گن اٹھانے کی بجائے جپ
لیا اور بائیکے کو چھاپ لیا۔ دونوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے
فرش پر لڑھکتے رہے۔ اسی وقت بائیکے نے دونوں لاتوں پر
آرتھر کو اچھال دیا۔ آرتھر پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔

اب دونوں ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے
آگے بڑھے۔ اور پھر دونوں نے ایک دوسرے پر جوڈو کا وار
کیا۔ آرتھر نے جھکائی دی اور کھڑے ہاتھ کا لیفٹ ہک اس کے سینے
پر رسید کیا۔

بائیکے لڑکھڑاتا ہوا میز سے دوسری طرف الٹ گیا۔ اسی وقت

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

آرتھر نے پھر جمپ کیا جیسے ہی وہ اس کے اوپر آیا۔ بائیکے نے پلٹی کھائی اور ایک طرف ہو گیا۔

آرتھر اپنے ہی زور میں کرسی سے ٹکرایا اور الٹ گیا۔ اسی وقت بائیکے نے جمپ کیا اور فرش پر پڑی ہوئی گن اٹھالی اور آرتھر کو گھورنے لگا۔

اب کیا خیال ہے۔ میرے پیارے دشمن۔

اونہہ۔ تم اپنی وقتی جیت پر مسکرا رہے ہو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔

چلو۔ یونہی سہی۔ اب ذرا اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ فائل مجھے دے دو۔ جو تم نے اپنے سینے سے باندھی ہوئی ہے۔ جلدی کرو۔ ورنہ شاید پھر میں رحم نہ کر سکوں۔

پاگل ہو رہے ہو۔ گولی مار دو۔ پھر شاید تمہیں فائل دے سکوں۔

چلو پھر۔ ایسے ہی سہی۔ اس نے گن کا رخ اس کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ لیکن ہی وقت آرتھر نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور دیوار سے لگ گیا۔ اور خوفزدہ نظروں سے اپنے سامنے جھانکتی ہوئی گن کی نالی کو دیکھنے لگا۔ اب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ بے بسی کی موت۔

سنو۔ ایک بار پھر گولیوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ . . . . مگر . . . . میں تمہیں ایسے نہیں ماروں گا۔ بلکہ اسی روم میں لے جاؤں گا جہاں پر خالی تابوت رکھا ہوا شاید تمہارا ہی انتظار کر رہا ہے۔ اور پھر تمہاری لاش

اس میں رکھی ہوئی خوب سجے گی۔ ہم اس تابوت میں سے کاغذات نکال کر وہ تابوت تمہاری حکومت کو پارسل کر دیں گے۔ کیسا پلان ہے مسٹر آرتھر۔

میں موت سے نہیں ڈرتا۔

اچھا تو چلو . . . . . آگے آگے چپ چاپ چلتے رہو۔ اگر کوئی چالاکی ہوشیاری کی تو جانتے ہو کیا ہو گا۔

بکواس بند رکھو۔ صرف اپنا سامان جاری رکھو۔

یہ دونوں چلتے ہوئے ایک ڈارک روم میں آ گئے۔ جہاں پر چند لوگ تابوت کی ریکھوں کو دیکھ رہے تھے۔

کیا ہوا۔ کیا کچھ کامیابی ہوئی۔

نو سر۔ ابھی تک اس تابوت کے کسی بھی خانے کا پتہ نہیں چل سکا۔ میں تو سمجھتا ہوں شاید یہ نقلی نہ ہو۔

بکواس نہ کرو۔ تابوت یہی ہے۔ منظفر نے بھی اس کی تصدیق کر دی تھی۔

اسی وقت اس نے چار فوجیوں کو اشارہ کیا۔ وہ چاروں کمرے میں ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔

آرتھر کو تابوت کے پاس کھڑے ہونے کا کہہ کر بائیکے دور ہٹ گیا۔

ہاں تو میرے دوستو۔ ان صاحب کے جسم پر اتنے روشندان بناؤ کہ ہوا کو گزرنے کے لیے مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے اور سنو

اس کے بیٹے کو کچھ نہیں کہنا ہے۔ اگر کسی کا نشانہ بہک گیا تو پھر میری گو
بھی بہک جائے گی۔

او کے سر۔ ایسا ہی ہوگا۔

اور پھر اسی وقت ایک فوجی نے دوسرے کو دیکھا۔ بس اچانک ہی ایک فوجی ایسے اچھلا جیسے اسے ڈنک مار دیا گیا ہو۔ شاید اسے کسی چیز نے کاٹ کھایا ہو۔ وہ غور سے آرتھر کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

سر۔ مجھے اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کا کمال دکھائی دیتا ہے

اوہ۔ بہت اچھے۔ میں بھی بہت دیر سے یہی سوچ رہا ہوں۔

اگر اجازت ہو تو اس کا میک اپ صاف کر دوں سر۔۔۔۔

نہیں۔ یہ سعادت میں خود حاصل کروں گا۔ کیوں مسٹر آرتھر۔۔۔۔

ضرور میرے دوست۔ لیکن اگر تم نے میرا اصل روپ دیکھ لیا تو پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹتے پھرو گے۔

دیکھا جائے گا۔ بائیکے انتہائی محتاط نظروں سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر جیسے ہی اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آرتھر نے پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کی کلائی کو مروڑ کر پیچھے کر کے اس نے اسے ڈھال بنالیا۔ کمرے میں کھڑے فوجی حیرانگی سے دیکھتے رہ گئے جب انہیں ہوش آئی تو آرتھر کھیت چگ چکا تھا۔

خبردار اگر کوئی غلط حرکت کی تو میں ان کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔

میری زندگی کی پرواہ نہ کرو۔ لیکن اس کو ختم کر دو۔

بکواس بند کرو۔ ورنہ گلا گھونٹ دوں گا۔ چلو ہتھیار پھینک دو۔
…ی کرو۔

اور پھر چاروں فوجیوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔

بائیکے غصے سے ہونٹ کاٹ رہ گیا۔ وہ درد کی شدت سے مغلوب ہو کر آگے بڑھا۔

اسی وقت آرتھر نے اس کے بازو کو جھٹکا دیا۔

مسٹر بائیکے خاموشی سے آگے بڑھتے رہو۔ چلو دوستو اس تابوت کو اٹھاؤ اور آگے آگے چلو۔

خبردار یہ نہ کرنا۔ یہ دشمن کا آدمی ہے۔

میں کہتا ہوں خاموش رہو۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔ اسے تم ادھر آؤ۔ باہر کوئی جیپ ضرور ہوگی۔ چلو اٹھاؤ تابوت کو۔۔۔ اور سنو جلدی کرو۔ آرتھر نے پھرتی سے بائیکے کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

اور پھر ان چاروں نے تابوت کو اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل آئے آرتھر نے ان کو تاکید کی تھی ایسے راستوں سے چلا جائے جہاں پر فوجیوں کا جمگھٹا نہ ہو۔

سامنے ہی ایک فوجی جیپ کھڑی تھی۔ آرتھر کے معاملے میں آج قدرت بھی مہربان تھی۔

اس نے تابوت کو جیپ میں رکھوایا اور بائیکے کو سٹیرنگ کی ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا۔ چاروں فوجیوں میں سے ایک کو اس نے سٹیرنگ پر بیٹھنے کا حکم دیا اور باقی تینوں کو اس نے سائیلنسر لگے ریوالور سے ختم کر دیا۔ اسی وقت جیسے ہی ان کی جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی فوجیوں کا ایک دستہ پیچھے بھاگا۔ لیکن جیپ تیزی سے نکلتی چلی گئی۔

اور تیز چلاؤ۔ ورنہ اس کی لاش بھی نہیں ملے گی۔

اور پھر آرتھر بائیکے کے سہارے بچتا ہوا سیکرٹ سروس کے اس موت کے حصار سے صحیح سلامت باہر نکل آیا۔ اس نے مسکراتی نظروں سے بائیکے کو دیکھا۔ اور پھر ہلکی سی ٹھس کی آواز کے ساتھ ہی اس نے بائیکے کو چلتی ہوئی جیپ سے نیچے لڑھکا دیا۔ اور ریوالور کا رُخ گاڑی چلانے والے فوجی کی طرف کر دیا۔

فوجی کے چہرے پر خوف کے سائے پھیل گئے۔ کہیں دور تک متعاقب جیپ یا فوجی گاڑی کا نشان نظر نہیں آیا۔

آرتھر حیران ہو کر سوچنے لگا . . . . کہ اپنے ساتھیوں کو کیسے چھڑایا جائے۔ اور پھر ایک پلان اس کے ذہن میں وارد ہو گیا۔

آرتھر کے نکلنے کی وجہ سے ان لوگوں کے چہروں پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ اسے تلاش کرنے والے ناکام ہو آئے تھے۔ بل ڈاگ کے چہرے پر خوشی کی لہریں مختلف زاویے سے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ وہ خوش تھا کہ آرتھر یہاں سے بخیریت نکل تو گیا۔ اب انہیں اپنی فکر نہیں تھی۔

اور پھر ان کو یہاں سے شفٹ کر دیا گیا۔ انھیں ایک ٹھنڈی ہوا کے معطر جھونکے نے نجانے کن وادیوں میں روپوش کر دیا۔ اور پھر جب ان پر سے کسمدی دور ہوئی تو انھوں نے اپنے آپ کو ایک بند کمرے میں مقید پایا۔

بل ڈاگ نے چاروں طرف دیکھا۔ اس نے تنویر کو اٹھایا۔ اور پھر یہ سب چونک کر اٹھ بیٹھے۔ کیونکہ یہ لوگ اب ایک کمرے میں مقید تھے۔

یوسف۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ نجانے وہ کون سا ہمارے میں غدار ہے جس کی وجہ سے ہم بار بار پھنس رہے ہیں۔

تنویر نے ان سب کو غور سے دیکھا۔

اونہہ۔ اگر میں ایک بات کہوں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔ یوسف نے کہا۔

نہیں۔ تم بات کرو۔ تنویر نے کہا۔

تو پھر ہم میں جب سے یہ لڑکی آئی ہے۔ ہم نے کبھی بھی سکھ کا سانس نہیں لیا۔ بلکہ ہر وقت ہماری ایک ایک بات کا تعاقب کیا گیا۔ کیا یہ غلط ہے۔ اس نے پوچھا۔

بکواس بند کرو۔ تنویر بری طرح چیخا۔

نہیں دوست۔ تم کوئی ثبوت دے سکتے ہو۔ بل ڈاگ کھڑا ہوگیا۔

میں اس سے بڑا اور کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ تنویر صاحب بھی جانتے ہیں جب سے یہ لڑکی آئی ہے۔ ہم کہیں بھی ٹک کر نہیں رہ سکے۔ یوسف نے جوش سے کہا۔

نجمہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ تنویر گم سم بنا اسے دیکھتا رہا۔ وہ خود پریشان تھا۔

تم جاسوس ہو نجمہ۔ تم جاسوس ہو۔ تنویر نے زوردار تھپڑ نجمہ کے رسید کیا۔

میں ایک مظلوم عورت ہوں۔ تم میرے متعلق معلوم کر سکتے ہو۔ تنویر۔ میں جاسوس نہیں ہوں۔ وہ رو پڑی۔

اونہہ۔ تو پھر ہمارے ٹھکانوں کا انہیں کیسے علم ہوتا ہے۔ تنویر نے پوچھا۔

یہ میں نہیں جانتی۔ اگر تم کو میرے اوپر شک ہے تو مجھے گولی مار دو۔ خدا کے لیے مجھے اس طرح ذلیل نہ کرو۔ نجمہ نے کہا۔

میرا خیال ہے یہ بے قصور ہے۔ اس پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ بلڈاگ نے کہا۔

تو پھر آپ جاسوس ہیں یا میں جاسوس ہوں۔ یوسف نے غصہ سے کہا۔

تم لوگ آپس میں کیوں لڑ رہے ہو۔ فیصلہ کر لو۔ بلڈاگ نے کہا۔

تم فیصلہ کر دو پھر۔ وہی ہمیں منظور ہے۔ تنویر نے کہا۔

اونہہ۔ اس نے تمام واقعات سنے اور پھر بلڈاگ معنی خیز انداز میں منہ سکیڑ کر بولا۔

میں مسٹر تنویر سے گزارش کروں گا کہ میرے فیصلے پر احتجاج نہیں کریں گے۔ بلڈاگ نے کہا۔

مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔ تنویر نے بے بسی سے نجمہ کی طرف دیکھا۔

میرا فیصلہ یہ ہے کہ مس نجمہ کو گولی ماری جائے۔ اور گولی مسٹر تنویر ماریں گے۔ بلڈاگ نے کہا۔

اور پھر نجمہ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بلڈاگ غور سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس نے انتہائی مایوس کن انداز میں تنویر کی طرف دیکھا۔ جو ساکت ہو گیا تھا۔

کیا تمھیں میرے فیصلے پر احتجاج ہے۔ مسٹر تنویر۔ بلڈاگ نے پوچھا۔

نہیں میرے دوست۔ میں کسی فیصلے پر احتجاج کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ تنویر نے کہا۔

پہلے یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔ پھر اس فیصلے پر عمل درآمد ہوگا۔ بلڈاگ نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد چاروں فوجی جو باہر پہرہ پر تھے اسی وقت اندر آگئے۔ انھوں نے انھیں سیلوٹ کیا۔ یہ لوگ سیلوٹ پر حیران رہ گئے۔

آج آپ لوگوں کا آخری دن ہے۔ ایک گھنٹہ بعد تمھیں گولی ماردی جائے گی۔ فوجی نے کہا۔

بہتر۔ گولی ہی ماریں گے۔ بلڈاگ نے کہا۔

تنویر نجمہ سے کھچا کھچا سا رہنے لگا۔ اور پھر یہ لوگ فوجیوں کی حراست میں باہر کی طرف جانے لگے۔ نجمہ تنویر کے قریب آگئی وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔

تم مجھ سے ناراض ہو تنویر۔ نجمہ نے پوچھا۔

میں تم سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں۔ تنویر نے ناکام مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے کہا۔

کیا تم بھی جاسوس ہی سمجھتے ہو۔ تنویر۔ میں تو سوچتی تھی تم میرے اس فیصلے پر احتجاج کرو گے۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری محبت کو فرض پر قربان کر دیا۔ تنویر میں محبت کرتی ہوں تم سے۔ تم پتہ نہیں کرتے ہو کہ نہیں لیکن محبت قربان چاہتی ہے انمٹ اور لازوال قربانی۔ میں وہ قربانی دینے کو تیار ہوں۔ صرف تمھارے فرض کی خاطر ورنہ تنویر میں اب تک تم لوگوں کو گرفتار کرا سکتی تھی۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ اس زمانے میں عورت کی مرد کی نسبت زیادہ سنی جاتی ہے۔ سوچو تنویر کیا میں تمھیں اب بھی گنہگار لگتی ہوں۔ نجمہ نے روتے ہوئے کہا۔

بلڈاگ نے اس کی سسکی سن کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ تقریباً پریشان ہو گیا۔

میں تمھیں بے قصور سمجھتا ہوں نجمہ۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں فرض کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ نجمہ میرے ایک با اعتماد ساتھی نے تمھارے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ میں اس پر پابند ہوں۔ تنویر نے کہا۔

میں تم سے نہ تو بغاوت چاہتی ہوں نہ اپنی صفائی۔ صرف اتنا کہہ دو کہ تم مجھے بے قصور سمجھتے ہو۔ میں تمھارے ہاتھوں نصیب ہوئی

سوت کو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی۔ نجمہ نے کہا۔

تم لوگ کیا بکواس کر رہے ہو۔ ایک فوجی نے انھیں ٹوک دیا۔

آپ کو بہت زیادہ تکلیف ہے۔ تنویر نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا۔

خاموشی سے چلو۔ ورنہ زبان بند کر دی جائے۔ دوسرا فوجی دہاڑا

ابے بکواس بند کر ورنہ تمھارا باپ بھی ہمیں نہیں لے جا سکتا۔ تنویر نے کہا۔

اور پھر انہیں ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ ان کو کرسیوں پر جکڑ دیا گیا۔ اور پھر اسی وقت ایک موٹا سا آفیسر اپنی بڑی بڑی مونچھوں سمیت موجود تھا۔

ہیلو۔ میرے پیارے دوستو۔ وہ بے ڈھنگی ہنسی سے مسکرایا۔

ان لوگوں کے کوائف میرے پاس لے آؤ۔ اس نے ایک کیپٹن سے کہا۔

اور پھر ایک فائل اسے پیش کر دی گئی۔ کرنل نہایت ہی انہماک سے ان کے کوائف پڑھتا رہا۔ اور پھر وہ مسکراتا ہوا تنویر کی طرف متوجہ ہوگیا۔

تم سیکرٹ سروس میں ہو۔ مسٹر جاسوس نمبر ۶ .. آفیسر نے پوچھا۔

میں کسی سیکرٹ سروس میں نہیں ہوں۔ تنویر نے کہا۔

اونہہ۔ ہم سے جھوٹ بولتے ہو۔ تمھاری کہانی تصویروں کی زبانیں سنوا دیں۔ آفیسر نے کہا۔

شکل سے شکل مل سکتی ہے۔ دوست یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر میری شکل کسی جاسوس سے ملتی ہو تو میں کیا کروں۔ میں تو صرف دادا کے کہنے پر آیا ہوں۔ تنویر نے کہا۔

اوہ .... کیوں دادا .... کیا یہ صحیح ہے۔ آفیسر نے پوچھا۔

ہاں۔ یہ میرا شاگرد ہے۔ اس کا پیشہ صرف قتل کرنا ہے۔ دادا نے جواب دیا۔

اونہہ۔ تو تم بھی جاسوس نکلے۔ پاکستان کے جاسوس ہم تمھاری ہڈیاں توڑ دیں گے۔ وہ غرایا۔

تمیز سے بات کرو۔ تمھارے جیسے میرے قدموں میں لوٹتے ہیں۔ بلڈاگ غرایا۔

تمھارا نام کیا ہے۔ آفیسر نے دادا بلڈاگ سے پوچھا۔

مجھے تمھاری موت کہتے ہیں۔ اگر یقین نہ ہو تو میرے ہاتھ کھول دو۔ اور اپنے دس آدمیوں کو چھوڑ دو۔ بلڈاگ چیخا۔

بہت خوب۔ بہت زیادہ بہادر ہو۔ اس نے پوچھا

تو تمھاری شکل ایک جاسوس تنویر سے ملتی ہے۔ کیوں تنویر صاحب

آفیسر نے تنویر سے کہا۔

تم جو مرضی آئے کہو۔ میرا نام۔ طاہر ہے۔ تنویر نہیں۔ تنویر نے جھوٹ بولا۔

ہاں لڑکی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے جو رومانی ڈائیلاگ بولے تھے ان میں تنویر کون تھا۔ آفیسر نے نجمہ سے پوچھا۔

مجھے نہیں معلوم تنویر کون ہے۔ میں طاہر سے بات کر رہی تھی۔ نجمہ نے کہا۔

بہت ہی خوب . . . . خوبصورت ناگن۔ تمہارا جسم لاجواب ہے۔ آفیسر نے اسے للچائی نظروں سے دیکھا۔

اونہہ۔ میں تم جیسوں پر تھوکنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ نجمہ نے تھوک دیا۔

لڑکی۔ آفیسر نے غصّے سے بید ماری۔ نجمہ کے گال پر ایک نشان پڑ گیا۔

آفیسر۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بلڈاگ غرایا۔

وہ کاغذات کہاں ہیں۔ مسٹر تنویر جو تمہارے ساتھی نے ایجنٹ بن کر حاصل کیے تھے۔ آفیسر دہاڑا۔

ہمیں نہیں معلوم دوست۔ اگر جانتے بھی ہوتے تو تمہیں کبھی نہ بتاتے۔ تنویر نے کہا۔

تمہاری یہ جرأت۔ میں تم سب کو پندرہ منٹ بعد گولی مار دوں

۔ آفیسر چیخا۔

ضرور آفیسر۔ جلدی کرو۔ تاکہ زیادہ دیر نہ ہو۔ بلڈاگ نے طنز

۔

جلدی بتاؤ۔ کاغذات کہاں ہیں۔ ورنہ اس لڑکی کے پستان

ٹ دیئے جائیں گے۔ آفیسر نے چھری منگوائی۔

مجھے نہیں معلوم۔ اور نہ میں بتاؤں گا۔ دوسرے تمہاری اتنی

ات نہیں ہے کہ تم لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھا سکو۔ تنویر نے غصّے

ے گھورتے ہوئے کہا۔

اونہہ۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ اس لڑکی کی قمیص پھاڑ دی جائے گی۔

یسر چیخا۔

آفیسر ہوش کرو۔ میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں گا۔ بلڈاگ چیخا۔

تو پھر کاغذات کا پتہ بتا دو۔ ورنہ ایسا ضرور ہوگا۔

سوچ لو کرنل۔ میرا انتقام ساری سات پشت تک جاری

ہے گا۔ مجھے دنیا والے بلڈاگ کہتے ہیں۔ بلڈاگ کے منہ سے

اگ نکل رہا تھا۔

میں کچھ نہیں جانتا۔ ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ آفیسر نے کہا۔

تو پھر تم ایسا کرو کرنل۔ میں اپنی طاقت آزماؤں گا۔ بلڈاگ

ے رسیوں پر زور لگانا شروع کر دیا۔

تم بتاؤ دوست۔ آفیسر یوسف کی طرف بڑھا۔

مجھے کچھ بھی نہیں معلوم ہے۔ اور نہ میں بتاؤں گا۔ یوسف عز
اونہہ۔ تم سب کی موت آئی ہوئی ہے۔ پانچ منٹ بعد اس
لڑکی کے پستان کاٹ دیئے جائیں گے۔

مسٹر تنویر سوچ لو۔ ابھی وقت ہے۔ صرف پانچ منٹ۔ آفی
نے للچائی نظروں سے نجمہ کے سینے کے زیروبم کو دیکھا۔

ایک منٹ کے لیے میرے ہاتھ کھول دو۔ میں پانچ منٹ بع
تمھاری بوٹیاں الگ کر دوں گا۔ بلڈاگ دہاڑا۔

شور مت مچاؤ۔ ورنہ اس سے زیادہ اذیت ملے گی۔ آفیسر نے
کہا۔

تم جو مرضی آئے کرو۔ تنویر نے نجمہ کی طرف پیار بھری نظروں
سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے۔ تنویر تم اسے بالکل نہ بتانا۔ مجھے یہ اذیت
منظور ہے۔ نے کہا۔

تم بے فکر رہو نجمہ۔ یہ کتا تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ
سکتا۔ بلڈاگ نے چیخ کر کہا۔

اور پھر اسی وقت بلڈاگ نے دو تین زور لگائے اور پھر جیسے
ہی آفیسر چھری لے کر لڑکی کی طرف بڑھا۔ بلڈاگ اس پر جمپ
لے چکا تھا۔ اس نے پھرتی سے ٹھوکر رسید کی۔ چھری سیدھی ایک
فوجی کے پیٹ میں جا گھسی۔ اور پھر جیسے ہی دوسرے فوجی نے

برین گن چلائی۔ بلڈاگ نے آفیسر کو اس پر اچھال دیا۔ برین گن
کی پوری گولیاں آفیسر کے جسم کو چھلنی کر گئیں۔

خبردار حرکت نہیں کرو گے۔ ایک کیپٹن پھرتی سے اندر آگیا۔

اونہہ۔ کیپٹن۔ بلڈاگ نے ہنکارہ بھرا۔

اور پھر بلڈاگ کو دوبارہ زنجیروں سے باندھ دیا گیا۔ اس نے
حقارت سے آفیسر کی لاش کو دیکھا۔ جو خون میں نہائی ہوئی ان کی
طرف منہ کئے پڑی تھی۔

اس کا حشر دیکھا کیپٹن۔ بلڈاگ نے چیختے ہوئے کہا۔

گھبراؤ مت۔ تمھارا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے۔ کیپٹن نے
گن بر داروں کو اشارہ کیا۔

سنو۔ تم سب کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ تم لوگوں نے خود موت
کو آواز دی ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ کیپٹن نے کہا۔

تمھارا دماغ خراب ہے۔ مسٹر کیپٹن۔ تنویر دہاڑا۔

اب بھی وقت ہے دوست۔ کچھ سوچ لو۔ ہمیں صرف کاغذات
چاہیں۔ تمھارا ساتھی ہمارے اس علاقے سے زندگی بھر باہر
نہیں جا سکتا۔ ہم نے پورے ملک کی ناکہ بندی کر لی ہے۔ اس
کی فوٹو ہمارے پاس محفوظ ہے کیپٹن نے تنویر کو دھمکی دیتے
ہوئے کہا۔

مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے۔ میرا ساتھی اس قابل ہے

کہ وہ یہاں سے باہر نکل سکے۔ تنویر نے جواب دیا۔

اونہہ۔ ہماری اجازت کے بغیر اس علاقے قسم سے . . . . پرندہ بھی نہیں نکل سکتا۔ کیپٹن غرایا۔

کیوں گیدڑ بھبھکیاں دے رہے ہو۔ تم اپنا کام کرو۔ بلڈاگ غرایا۔

تو پھر ٹھیک ہے دوستو۔ کیپٹن نے گھڑی دیکھی۔

اور پھر اسی وقت دس فوجی برین گنیں سنبھالے الرٹ کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے گنوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔ اور پھر وہ کیپٹن کے اشارے کو دیکھنے لگے۔

اب بھی وقت ہے۔ میرے دوستو۔ کیپٹن نے کہا۔

اونہہ۔ موت صرف ایک بار آتی ہے۔ بار بار نہیں۔ بلڈاگ نے کہا۔

بس آخری بار آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ کیونکہ اپنی زندگیوں سے کھیل رہے ہو۔ کیپٹن نے کہا۔

تمھیں ہمارے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ تنویر نے کہا۔

میں تمھیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں۔ اس کے بعد کوئی وارننگ یا معافی نہیں ہوگی۔ تم لوگوں نے خود اپنے لیے موت تجویز کی ہے۔ میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تنویر نے کہا۔

تم اپنی فکر کرو۔ کیپٹن تمھیں فکر کیوں ہے۔ تنویر نے کہا۔

تم اپنی اس خوبصورت جان کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔ تمھاری جوانی ابھی شباب پر ہے۔ کیوں دنیا کی حسین ترین لذتوں سے منہ پھیر رہی ہو۔ خوبصورت گڑیا۔ تم ہی اپنی جوانی پر ترس کھاؤ۔ کیپٹن نجمہ سے مخاطب ہوا۔

زندگی صرف شہید کی ہے۔ میں گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی کو اچھا سمجھتی ہوں۔ چونکہ یہ ورثہ ہمارے آباؤ اجداد نے ہمیں وراثت میں دیا ہے۔ جو دنیا کے تمام فانی لذتوں کو زندگی کی حقیقی خوشیوں کے بجائے اپنے بزرگوں کی نصیحت اور اپنے فرض پر قربان کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ لڑکی نے انتہائی نفرت سے ان پر طنز کی۔

ٹھیک ہے۔ کاش . . . . . . کیپٹن نے اشارہ کیا۔

اور پھر ان کے لبوں پر ایک حسین ترین مسکراہٹ پھیل گئی۔ تنویر نے نجمہ کو دیکھا اور نجمہ نے انتہائی پیار بھری نظروں سے تنویر کی طرف سلام کیا۔

دن۔ آفیسر نے ان کی طرف منہ کیا اور بولا۔

وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ اور پھر اس کے چہرے پر ایک خوفناک مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ان کی طرف دیکھا۔

ڑ . . . . . آفیسر نے ایک بار پھر نظروں ہی نظروں میں ان سے مان جانے کی اپیل کی لیکن ان کے تنے ہوئے اور پر امنگ دلیر چہروں پر ایک نمایاں اور طنزیہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔ خون

ان کے جسم میں گردش دوراں کی طرح گامزن تھا۔ وقت ان کے استقبال کو تیار ہوگیا۔ اور پھر وقت کی تیز تر سوئیوں نے ان کے چہروں سے ٹپکتی ہوئی بے خوفی اور جذبہ شہادت سے متاثر ہو کر اپنی طنابیں کھینچ لیں۔

ٹھہرو۔ . . . . . کیپٹن نے جیب میں سے رومال نکالا۔ اور پھر وہ انتہائی رحم کن نظروں سے ان کو دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں ان کے چہروں کا باری باری طواف کرتی رہیں۔ اس نے رومال کو جیب میں سے باہر نکالا اور پھر ان سب سے زیادہ اس کی بھٹکی ہوئی نگاہ نجمہ کا طواف کرنے لگی۔ شاید وہ اس کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

اس نے فوجیوں کو ٹریگر پہ انگلیاں رکھے الرٹ دیکھا۔

میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمیں کاغذات کا پتہ بتا دیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کو باعزت طریقے سے شاندار شخصیتوں کا مالک بنایا جائے گا کیپٹن نے کہا۔

ہمیں منظور نہیں ہے۔ ان سب نے بیک وقت کہا۔

آفیسر نے رومال کو اوپر اٹھایا۔ جیسے ہی وہ ان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی وقت ساتھ رکھے ہوئے فون کا بزر چیخ اٹھا۔

ہیلو۔ کیپٹن راون اسپیکنگ۔

ابھی ابھی ان لوگوں کے ایک ساتھی نے ایک شرط پیش کی ہے۔

ہم نے وہ قبول کر لی ہے۔ ان کو رہا کر دو۔ اور جیپ میں لے کر کراسنگ لائن کے بائیں طرف کچے راستے میں لے آؤ۔ وہ تابوت بھی لے کر پہنچ رہا ہے۔

کیا مطلب سر۔ کیپٹن نے مودب لہجے میں کہا۔

ان کے ایک ساتھی ارتقر نے کاغذات واپس دینے کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ اس کے تمام ساتھیوں کو بحفاظت کراسنگ لائن کے بائیں طرف پہنچا دو۔ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر کاغذات آپ کے آدمی کے ہاتھ بھیج دوں گا۔

اونہہ۔ سر یہ کوئی چال نہ ہو۔

نہیں کیپٹن۔ تم میری عقل سے چلو گے یا اپنی چلاؤ گے۔ دوسری طرف سے کرخت آواز آئی۔

کیا آپ کو کرنل کے مرنے کی اطلاع پہنچ گئی ہے۔ کیپٹن نے پوچھا۔

ہاں۔ ہم ان سے اپنے کرنل کی موت کا خون بھی وصول کریں گے۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

بہتر جناب۔ میں ابھی بھیج رہا ہوں۔

اور پھر کیپٹن نے ان سب کی طرف خشمگیں نگاہوں سے دیکھا اور انہیں کھولنے کا حکم دے دیا۔ اور پھر ان لوگوں کو کراسنگ لائن کی طرف لے جایا جانے لگا۔

آرتھر وہاں سے سیدھا ارشد کی طرف دیکھا۔ جو ایک کونے میں کھڑا اس کی طرف دیکھنے والوں کا ایریشن کر رہا تھا۔ اور پھر آرتھر نے اپنی جیب میں کچھ چیزیں ٹھونسیں۔ اور ارشد کی طرف آگیا۔

کام ہوگیا کیا۔ ارشد نے پوچھا۔

ہاں بھئی۔ ایک نمبر کام ہوا ہے۔ تم صرف دیکھنے جاؤ گے۔ آرتھر نے کہا۔

یہ تو زیادتی ہو گی جناب۔ ارشد مسکرایا۔

گھبراؤ مت دوست۔ اب صرف موت اور زندگی کا سوال ہے۔ دو میں سے ایک بات ہو گی۔ اگر میرے ساتھیوں کو میرے فون سے پہلے گولی مار دی گئی تو پھر میں ان لوگوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ آرتھر غرایا۔

لیکن جناب آپ یہ کاغذات لے کر یہاں سے نکل کیوں نہیں جاتے۔ ارشد نے کہا۔

تم نہیں جانتے دوست۔ بعض وقت اپنے قیمتی ساتھیوں کا بھی خیال

رکھنا پڑتا ہے۔ دوسرے ان لوگوں نے ابھی سخت ترین ناکہ بندی کر رکھی ہو گی۔ جب بات آئی گئی ہو گی۔ میں نکل جاؤں گا۔ دوسرے اب یہ سوچنا ہے کہ اگر میرے ساتھیوں کی زندگی میرے فرض کی راہ میں حائل ہوئی تو پھر میں خوشی سے ان ساتھیوں کو گولی کا نشانہ بنوا دوں گا۔ آرتھر نے کہا۔

آخری پلان یہی ہے جناب۔ اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ارشد نے کہا۔

تو پھر ٹھیک ہے۔ تم ایک جیپ لے آؤ۔ جلدی کرو۔ آرتھر نے اسے کہا۔

ارشد جیپ لینے چلا گیا۔ اور پھر انھوں نے اس جیپ میں سے ایک مومی تھیلا نکالا اور اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر گود میں رکھا اور ارشد کو پیچھے بٹھا کر جیپ اسٹارٹ کر دی۔

اگر انھوں نے بھی چال چلی تو ارشد نے پوچھا۔

امید تو ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ آرتھر نے کہا۔

میرا خیال ہے وہ کاغذات کی وصولی سے پہلے کریں گے۔ بعد میں آدمی لوٹائیں گے۔ ارشد نے کہا۔

تم نے کوئی اچھی جگہ تاڑی ہے یا نہیں۔ آرتھر نے پوچھا۔

آپ بے فکر رہیں۔ ایک چھوٹی سی سرنگ میں نے پہلے سے تاڑ رکھی ہے۔ ارشد نے بتایا۔

اونہہ۔ ہوشیاری سے کام ہوگا۔ آرتھر نے جواب میں کہا۔

میں آپ پر جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں جناب آرتھر نے کہا۔

اگر انھوں نے کچھ گڑبڑ کی تو تم دونوں اطراف سے ان پر گولیوں کی بارش کرنا۔ ساتھیوں کو اشارہ کرنا میرا کام ہے۔ آرتھر نے جیپ کو کراسنگ روڈ پر ڈالتے ہوئے کہا۔

امید ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کوئی فراڈ نہیں گے۔ ورنہ وہ خود بھی جانتے ہیں۔ ارشد نے کہا۔

دیکھا جائے گا۔ پھر سوچ لیں گے۔ آرتھر نے کہا۔

اور پھر انھوں نے جیپ کو سڑک سے بہت نیچے اتار کر ایک کھڈ میں چھپا دیا۔ اور پھر یہ دونوں ایک جھاڑی ہٹا کر اس کھڈ میں گھستے چلے گئے۔ انھوں نے اندر ہی اندر کافی دور تک ایک ایک جگہ دیکھی۔ اور پھر انھوں نے ایک اچھی جگہ سی دیکھ کر وہ سیدھے ہی ایک بہت بڑے سوراخ کی طرف لپکے اور پھر یہ لوگ ایک جگہ دبک گئے۔ انھوں نے دور دور تک ایک تار بچھائی اور چاروں طرف سے گولائی کے انداز میں زمین پر تار بچھائی اور انھوں نے وقت دیکھا۔

کاغذات تیار کرلیے کہ نہیں۔ آرتھر نے ارشد سے پوچھا۔

میں نے انداز تحریر ویسا ہی رکھوایا ہے۔ لیکن اس میں ناچو

میرے ساتھ آنے والی فلم کی کہانی ہے۔ ارشد نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہا۔

ویری گڈ۔ ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ اور سنو۔ تم ساتھیوں کو لے کر نکل جانا۔ اس نے بتایا۔

مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ میں وہی کروں گا۔ ارشد نے یقین دلایا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ یہ دونوں انتہائی تیزی سے آنے والے پروگرام کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ وقت کی رفتار میں تیزی ہوتی گئی۔

یہ لوگ دور دور تک کوئی آثار ابھی تک نہ دیکھ سکے تھے۔ جس سے ان لوگوں کے آنے کی خبر لگ سکے۔ آرتھر نے تابوت کو غور سے دیکھا۔

کیا بات ہے۔ اب تک آجانا چاہیے۔ آرتھر نے کہا۔

شاید کوئی پلاننگ کر کے آئیں گے۔ وہ لوگ۔ ارشد نے کہا۔

آپ نے انھیں جگہ کا تعین تو نہیں بتایا۔ ارشد نے پوچھا۔

میں نے انھیں کراسنگ لائن کے آس پاس کہا ہے۔ آرتھر نے جواب دیا۔

یہ لوگ گڑبڑ ضرور کریں گے۔ آرتھر صاحب۔ ارشد نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

گھبراؤ مت۔ میں بھی چوڑیاں پہن کر نہیں آیا ہوں۔ آرتھر نے کہا
اور پھر اب انھیں واقعی تشویش ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ لوگ ابھی تک نہیں آسکے تھے۔ اس نے دُوربین سے دُور دُور تک دیکھا فوکس بدلتا رہا لیکن دُور دُور تک پھر بھی کچھ نہیں دکھائی دیا۔

اونہہ۔ میں ان لوگوں کے پرخچے اڑا دوں گا۔ آرتھر چیخا۔

دیکھو جناب۔ اب تک آجانا چاہیئے تھا۔ ارشد نے ایک بار پھر دُوربین ہاتھ میں لے لی۔

مجھے دکھاؤ۔ میں دیکھتا ہوں۔ آرتھر نے کہا۔

اور پھر آرتھر نے انتہائی غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر دُور دُور تک اس نے دیکھا۔ کافی دیر کی محنت کے بعد اسے پرکچھ دور دو گاڑیاں آتے ہوئے دکھائی دیں۔
آرتھر نے بے چینی سے دوربین پھر ایک بار پھر کئی زاویوں سے ان کو فوکس میں لے لیا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

ہوشیار رہو۔ دوست۔ آرتھر چیخا۔

اور پھر ارشد نے دو تین بٹن آن کر دیئے اور پھر وہ مائیک لے کر ایک درخت کی کھوہ میں گھس گیا۔ اس نے اپنے آپ کو شاخوں میں چھپا لیا۔ درخت پر اس نے کچھ آلے لگائے اور پھر ان کے بٹن آن کر دیئے۔

تم انتہائی ہوشیاری سے انھیں ڈیل کرنا۔ آرتھر نے کہا۔
میں ان کو وقت ڈیل دوں گا۔ جناب۔ ارشد نے مائیک کو ہاتھ میں لے لیا۔

یہیں پر رک جاؤ۔ اس ویرانے میں ایک آواز گونج اٹھی۔ ارشد مائیک پر بول رہا تھا۔

اور پھر دونوں گاڑیاں بہت ہی قریب ہی آکر رک گئیں۔ اور پھر چار فوجی آفیسر باہر نکلے۔ ان کے ساتھ ان کے تمام ساتھی بھی موجود تھے۔ یہ سب ایک سرکل میں کھڑے ہو گئے۔

۔ ہم آگئے ہیں دوستو۔ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ ایک آفیسر چیخا۔
ہمارے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کی اجازت دیں۔ آپ اپنا ...ی بھیج دیں۔ جب آپ کے آدمی فائل اور تابوت حاصل کر لیں۔ ...ے ساتھی میرے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔ مائیک سے ...واز ابھری۔

ٹھیک ہے۔ لیکن کیا ہمارا آدمی واپس صحیح سلامت پہنچ جائے ... آفیسر نے پوچھا۔

ہم تمھاری طرح زبان سے نہیں پھرتے۔ مائیک سے ...از ابھری۔

... آفیسرز کے چہرے پسینے میں تر تھے۔ انھوں نے سوچا ...کر وہ آمنے سامنے ہو کر بات کریں گے۔

اور پھر ایک آفیسر نے دوسرے آفیسر کو عجیب معنی خیز انداز
میں اشارہ کیا۔ دوسرے آفیسر نے زمین پر لگے ہوئے ایک
بٹن پر پاؤں رکھا۔ ان لوگوں نے بھی اس جگہ تار بچھائے ہوئے
تھے۔ تاکہ تابوت اور فائل قبضے میں لیتے ہی وہ ان کے آدمیوں کو
ختم کر دیں۔

میرے ساتھیوں کو آگے بڑھاؤ۔ آواز آئی۔

ہم بھیج رہے ہیں۔ آفیسر نے کہا۔

اور پھر بلڈاگ، تنویر، نجمہ، یوسف وغیرہ آگے بڑھنے لگے۔

بلڈاگ کی اچانک ہی نظر ایک آفیسر کے پاؤں پر پڑی۔ جو ایک ابھری
ہوئی نوکیلی جگہ پر پاؤں رکھے کھڑا تھا۔

بلڈاگ تقریباً بے چین ہوگیا۔ وہ سوچتا ہوا آگے بڑھا۔ ان
کا آدمی ان کے پیچھے تھا۔ یہ لوگ ایک چوکور سے نشان پر جاکر
رک گئے۔

تم یہیں کھڑے رہو۔ آواز نے فوجی کو حکم دیا۔

یہ تم دھوکہ کر رہے ہو۔ ایک آفیسر چیخا۔

پاگل ہو رہے ہو۔ ہم کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ تمھاری
خصلت ہے۔

اور پھر آرتھر کے تمام ساتھی اس درخت کے پیچھے غائب ہوتے
چلے گئے۔

ارشد پھرتی سے نیچے اترا۔ اس نے مائیک کو ویسے ہی رہنے
دیا۔ اور خود ان لوگوں کو لے کر وہ تیزی سے اس سرنگ
کے راستے باہر نکل گیا۔ بلڈاگ نے ان کے پروگرام کے متعلق
بتا دیا تھا۔

میں آگیا ہوں۔ دوست۔ فوجی نے با آوازِ بلند کہا۔

ٹھیک ہے۔ فائل اور تابوت تم اپنے دائیں طرف دیکھو۔ فائل
اور تابوت تمھارا منتظر ہے۔

اسے دیکھ لو۔ کیا یہ وہی چیزیں ہیں۔ آواز نے پوچھا۔

بالکل ٹھیک ہے۔ یہ وہی ہیں۔ فوجی نے الٹ پلٹ کر
دیکھا۔

اور پھر آرتھر نے پھرتی سے ایک بٹن آن کر دیا۔ وہ تیزی سے
بھاگتا چلا گیا۔ وہ اتنی تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ جیسے اس کے
پیچھے بدروح لگی ہوئی ہو۔ اور پھر آرتھر دو تین قلابازیاں کھاتا
ہوا ایک پتھر سے ٹکرایا۔ اور پھر وہ ایک طرف جا کر تقریباً رک
گیا۔ ورنہ آج اس کے مغز کے پرخچے اڑ گئے ہوتے۔ اس
نے ایک بار پھر ایک زوردار دھماکہ سنا۔ اور پھر ان کی سازش
پر آرتھر حیران رہ گیا۔ دونوں ٹائم بم اکٹھے وقت پر پھٹتے چلے گئے۔
دھماکوں اور چیخوں سے پوری فضا تھرا اٹھی۔

آرتھر اسی دھول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں سے نکلتا

چلا گیا۔ اس نے دور سڑک پر بلڈاگ کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھا۔ اسی وقت ارشد کی چیخ سنائی دی۔ وہ افسردہ ہو گیا۔ ارشد اس کیس میں کام آ گیا اس نے غمزدہ نظروں سے دھماکوں والی جگہ کو دیکھا۔ اسی وقت بلڈاگ وغیرہ اس کے قریب آ گئے۔ ارشد اپنی سست رفتاری کی وجہ سے ایک چٹان کے نیچے دب گیا۔

ہیلو دوست۔ سناؤ تم خیریت سے تو ہو۔ آرتھر نے پوچھا۔

ہاں دوست بس کوئی نیکی کام آ گئی ورنہ موت میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ بلڈاگ نے اس کے گلے سے لگتے ہوئے کہا۔

اور پھر ان کی جیپ ایک بار پھر دوڑنے لگی۔ اب انھوں نے بلڈاگ کے ایک بہت پرانے اڈے کی طرف نکلنا مناسب سمجھا۔ اور پھر انھوں نے جو فیصلہ نجمہ کے لیے کیا تھا۔ آرتھر کو سنا دیا۔ یہ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

تنویر۔ کیا تم اس فیصلے سے اتفاق کرتے ہو۔ آرتھر نے تنویر سے پوچھا۔

ہاں دوست۔ میں فرض کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ لیکن . . . تنویر خاموش ہو گیا۔

تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔ ضرور کہو۔ آرتھر نے کہا۔

یہ فیصلہ غلط ہے۔ نجمہ کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے یہ سزا کچھ غیر مناسب سی ہے۔ تنویر نے کہا۔

اونہہ۔ اس کام کا بانی کون ہے۔ جس نے شک کیا تھا۔ آرتھر نے پوچھا۔

یوسف صاحب نے کہا تھا۔ کہ نجمہ پر شک ہو سکتا ہے۔ بلڈاگ نے کہا۔

اونہہ۔ اگر میں کہوں کہ تم پر بھی شک ہو سکتا ہے۔ تو پھر مسٹر یوسف تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہو۔ آرتھر نے کہا۔ وہ غور سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر کرنے والا ہوتا تو مظفر کے ساتھ ہی فرار ہو جاتا۔ یوسف نے کہا۔

میں ایک شک کی بات کر رہا ہوں۔ تم نے نجمہ پر کیسے شک کر لیا۔ آرتھر نے پوچھا۔

اور پھر آرتھر کی اچانک نظر یوسف کے پاؤں پر پڑی۔ اس کے بوٹ اسے کچھ عجیب سے معلوم ہوئے۔ وہ غور سے اس کے جوتوں کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس کے لبوں پر ایک انوکھی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

یہ بوٹ کہاں سے لیے تھے دوست۔ آرتھر نے پوچھا۔

میں نے اسپیشل بنوائے تھے۔ یہ میری پسند تھے۔ یوسف نے کہا۔

اونہہ۔ کیا انھیں اتار سکتے ہو۔ آرتھر نے بلڈاگ کو نہ جانتے

والا اشارہ کیا۔

اسی وقت تنویر نے بھی آرتھر کا اشارہ سمجھتے ہوئے پھرتی سے یوسف کو اٹھا کر پٹخ دیا۔ اور پھر انتہائی چستی اور چالاکی سے اس کے دونوں پاؤں جکڑ لیے۔

بلڈاگ نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے۔

آرتھر نے اس کے دونوں بوٹ اتارے اور پھر اس نے بوٹ ادھیڑ دیئے۔ جیسے ہی اس نے ایڑی کھولی وہ یک لخت چونک اٹھا۔ تقریباً ان سب کو شاک سا محسوس ہوا۔ اس کی ایڑی میں راہنمائی کرنے والا آلہ اور ٹرانسمیٹر اس طریقے سے فٹ تھا کہ کوئی آدمی اس کی شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

آرتھر انتہائی غور سے اس ٹرانسمیٹر اور رہبر آلے کو دیکھتا رہا۔ یوسف کے چہرے پر تقریباً زردی چھا گئی تھی۔

ہم معافی چاہتے ہیں بہن۔ بلڈاگ نے نجمہ سے معافی مانگی۔

بھیا۔ نجمہ ایک چیخ مار کر بلڈاگ سے لپٹ گئی۔ اور پھر وہ روتی رہی۔

چپ ہو جاؤ۔ بہن۔ بلڈاگ نے اسے تسلی دی۔

تنویر نے اس کی ساری کہانی سنا دی۔ کچھ نجمہ یعنی لوزا نے خود سنائی۔

بلڈاگ اس کو بہن بنا کر خوش ہو رہا تھا۔

پھر یہ یوسف کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس کی سزا تجویز کرو۔ میرے ساتھیو۔ بلڈاگ نے کہا۔

میرا خیال ہے اس کی سزا تجویز ہو چکی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اب اسے گولی نجمہ مارے گی۔ آرتھر نے کہا۔

میں اسے گولی نہیں مار سکتی۔ نجمہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

تمہیں اسے گولی مارنی ہوگی۔ نجمہ۔ تنویر نے کہا۔

بہتر۔ نجمہ نے ریوالور نکالا۔ اور پھر اس نے پھرتی سے فائر کر دو۔ نشانہ اس کا دیکھنے کے قابل تھا۔ یوسف کو تڑپنے کی مہلت تک نہ مل سکی۔ وہ ساکت نظروں سے خلا میں گھورتا رہ گیا۔

میرا خیال ہے اب یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ورنہ۔۔۔ آرتھر ساکت نظروں سے کچھ سننے لگا۔

میرے دوست یہاں سے وہ لوگ تمہیں صرف میری لاش پر سے گزر کر ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ بلڈاگ نے کہا۔

تم ہمارے جانے کا بندوبست کرو۔ میرا خیال ہے۔ وائرلیس پر کسی سے کنٹیکٹ کر لو۔ آرتھر نے کہا۔

میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔

ہیلو۔۔۔۔ بل ٹو فائیو ڈاگ اسپیکنگ اوور۔

وہ بار بار یہی لفظ دہراتا رہا۔ کافی دیر بعد اس کے سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ جو ایک سیٹی کی صورت میں تھا۔

یس۔ بل فائیو تھری ڈبی۔ اٹنڈنگ اوور۔
فوراً ایک لانچ کا بندوبست کرو۔ میرے کچھ ساتھی یہاں سے جائیں گے۔ خطرہ بہت ہے۔ خیال رکھنا اوور۔
او کے باس۔ میں دادا ملنگ سے بات کر لوں گا اوور۔
اوہ۔ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ جلدی کرو۔ اوور۔
میں اطلاع نہیں دوں گا باس۔ بلکہ آپ اڈے پر پہنچ جائیں
اوور۔
اونہہ۔ چلو یہ ٹھیک اوور۔ بل ڈاگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
اوور اینڈ آل۔
بل ڈاگ نے آرتھر کو اشارہ کیا۔ آرتھر انتہائی تیزی سے اپنی تیاری میں مصروف تھا۔ اس نے تابوت کو چیر پھاڑ کر وہ فائل بھی حاصل کر لی۔ اس نے جیسے ہی تنویر کی طرف دیکھا۔ تنویر کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نظر آئی۔ نجانے کیوں آرتھر نے اس سے نظریں چرا لیں۔
آرتھر صاحب۔ ایکس ٹو کا ایک پیغام ہے آپ کے لیے تنویر نے سنجیدگی سے کہا۔
کیا ہے۔؟
آرتھر بے اختیاری میں سہم گیا۔
عمران صاحب۔ کیا اب بھی آپ یہ میک اپ نہیں اتاریں گے۔

تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اوہ عمران۔ بلڈاگ ایک دم چونک اٹھا۔
اچھا یار۔ تم نے پول کھول ہی دی۔ عمران نے سر کے پچھلے حصے سے ایک جھلی سی پکڑی اور اسے آہستہ آہستہ کھینچنے لگا۔ اب سامنے عمران موجود تھا۔
جواب نہیں عمران صاحب۔ تنویر نے داد دی۔
تم نے ہماری ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ بلڈاگ نے کہا۔
ایک مجبوری تھی دوست۔ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتے۔ عمران مسکرایا۔
ویسے آپ نے ہمیں بھی چکر میں رکھا اور ہم آپ کو آرتھر ہی سمجھتے رہے۔ جانتے ہو آرتھر ایک نامی گرامی مجرم ہے اور تم ہمیں دھوکہ دیتے رہے۔ خیر تم بھی واقعی آرتھر کی طرح ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔ بلڈاگ نے عمران کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔
دوست۔ آرتھر مر چکا ہے۔ اس کی موت نہایت ہی اذیتناک ہوئی ہے۔ جس کا صرف چند آدمیوں کے علاوہ کسی کو بھی معلوم ہے۔ عمران نے تشریح کی۔
اوہ ۔ ۔ ۔ ۔ تو کیا واقعی آرتھر مر گیا۔ بلڈاگ نے پوچھا۔
ہاں دوست۔ !

اچھا تم مجھے کچھ فالتو راؤنڈ دے دو۔ میں ریوالور میں بھر لوں۔ عمران نے بلڈاگ سے کہا۔

میں تمھیں ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں دوست۔ ایک ایسا تحفہ جو مجھے ایک افریقی دوست نے دیا تھا۔ میں افریقہ کے جنگلات میں ایک آدم خور قبیلہ میں پھنس گیا تھا۔ میری بہادری سے متاثر ہوکر ایک شخص نے مجھے کئی ہزار سال پرانی ایک چھوٹی سی نالی دی۔ اس میں تین بٹن لگے ہوئے ہیں۔ سُرخ نیلا اور پیلا۔ بلڈاگ نے وہ نالی نکالی اور پھر اس کو بتانے لگا۔

سُرخ بٹن دبانے سے سُرخ شعاع نکلے گی۔ وہ زہر آلود چیزوں کی شناخت کرے گی۔ اور پھر وہ چیزیں زہر سے پاک ہو جائیں گی۔ بلڈاگ نے بتایا۔

اس نیلے بٹن کو دبانے سے نیلی روشنی نکلتی ہے۔ جس سے ایک شخص کو کچھ دیر کے لیے ہپناٹائز کیا جا سکتا ہے۔

اس پیلے بٹن کو دبانے سے سخت اور ٹھوس فولاد کو جو کسی بھی ریزر سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ اس سے اس کے لاک کو پگھلایا جا سکتا ہے۔

میرے دوست۔ تم شاید یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمھیں یہ کیوں دے رہا ہوں۔ میں نے اس چیز کو صرف اپنی پسند کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور میری پسند اب تم ہو۔ اس نلکی کو تقریبد

کہتے ہیں۔ مجھے امید ہے تم قوم کے وہ محافظ ہو جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ بلڈاگ کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح پھیلنے لگے۔

گھبراؤ مت دوست۔ میں تمھاری امیدوں کو رائیگاں نہیں جانے دوں گا۔ عمران نے کہا۔

اور پھر یہ دونوں اتنی شدت سے آپس میں ملے کہ دیکھنے والوں کو تقریباً سنجیدہ ہونا پڑا۔

اور پھر بلڈاگ تنویر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

یہ میری بہن ہے۔ اس کا خیال رکھنا ہو گا۔ بلڈاگ نے کہا۔

اب یہ میری زندگی ہے۔ میں اس کی حفاظت اپنا فرض سمجھوں گا۔ تنویر نے کہا۔

اچھا دوستو۔ میں تمھیں اڈہ تک لے جاؤں گا۔ بلڈاگ نے کہا۔

اور پھر اسی وقت گھوں گھوں کی آواز کے ساتھ ان کے مکان کے چاروں طرف سے بھاگتے اور دوڑتے قدموں کی آوازوں نے عمران کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔

جلدی دیکھو دوست۔ بلڈاگ نے ایک آدمی سے کہا۔

عمران تیزی سے ایک کھڑکی کی طرف لپکا۔

اور پھر ان کو تقریباً سہم جانا پڑا۔

مکان کے چاروں طرف فوجیوں نے گاڑیاں جوڑ جوڑ کر کھڑی

کی ہوئی تھیں۔ فوجی پوزیشن لے چکے تھے۔

اور پھر ایک اعلان شروع ہوا۔

تم لوگوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ تم خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ اس مکان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ کوئی غلط قسم کی حرکت تم لوگوں کو موت کی طرف لے جا سکتی ہے۔ دس تک گننے کے بعد ہم تمہاری زندگیوں کی ضمانت نہیں دے سکیں گے۔ میں ایک بار پھر آپ لوگوں کو وارننگ دیتا ہوں۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر خود کو فوج کے حوالے کر دو۔

ورنہ زندگی اور موت کے تم ذمہ دار ہو گے۔

اور پھر یہی اعلان بار بار دہرایا گیا۔ عمران اور بلڈاگ دونوں سوچتے رہے۔ وقت کی دھڑکن خوفناک انداز سے دھڑکتی رہی۔ عمران نے بلڈاگ کے ساتھیوں کو مورچے سنبھالے دیکھا۔

میں مقابلہ کروں گا دوست۔ تم نیچے سرنگ سے نکل جاؤ۔ تھوڑی سی جدوجہد کرنی ہوگی۔ بلڈاگ نے عمران سے ہنستے ہوئے کہا۔

نہیں دوست۔ تمہارا ساتھ دوں گا۔ چاہے موت ہی کیوں نہ آجائے۔

تنویر تم اور نجمہ نکل جاؤ۔ میں بعد میں پہنچ جاؤں گا۔ عمران نے کہا۔

نہیں عمران صاحب میں بھی تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔ تنویر

نے کہا۔

اوہ۔ تنویر مان لیا کرو۔ یار۔ عمران نے زچ ہوتے ہوئے کہا

نہیں عمران۔ میں تمہارے شانہ بشانہ لڑوں گا۔ اور نجمہ بھی لڑے گی۔ تنویر نے کہا۔

اچھا دوستو۔ تو پھر تم اِدھر اُدھر بکھر جاؤ۔ عمران نے کہا۔

اسی وقت ایک بار پھر ایک اور اعلان نشر ہوا۔

پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ وارننگ ٹائم ختم ہو چکا ہے۔ اب دس تک گننے تک خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ دس منٹ بعد اس مکان کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

اور پھر فوجیوں نے گنتی شروع کر دی۔

عمران نے ان لوگوں کو دیکھا اور پھر وہ ایک گرینیڈوں کا تھیلا لے کر اُوپر چڑھ گیا۔

اس نے اپنی جیب سے ایک اور گولا سا نکالا۔ اور پھر اس نے انتہائی پھرتی سے جیسے ہی فوجیوں نے آٹھ گنا عمران کے ہاتھ سے گرینیڈ اڑتا ہوا فوجیوں کے ٹرک پر جا پڑا۔ اور پھر ایک دھماکے کے ساتھ فوجیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

عمران نے ایک بار پھر دو تین گرینیڈ اِدھر اُدھر اچھال دیئے۔ ایک بار پھر دھماکہ اور آہوں کے ساتھ ہی تقریباً لرزہ سا طاری ہو گیا۔

اور پھر فوجیوں نے جوابی فائرنگ شروع کر دی تڑتڑ کی آواز میں بلڈاگ کے ساتھیوں کی چیخیں دفن ہوتی چلی گئیں۔

بلڈاگ اندھا دھند فائرنگ کرتا رہا۔

عمران نے بلڈاگ کو اس حالت میں دیکھا۔ وہ فوراً نیچے اتر آیا۔ اور پھر وہ بلڈاگ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

فائرنگ اور گولیوں کی آواز نے پورے علاقے میں آگ سی لگا دی۔

اور پھر اسی وقت ہلکی توپ سے دو گولے نکلے اور پھر بلڈاگ کے اڈے کے ایک حصے میں آگ لگ گئی۔

میرا خیال ہے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ عمران نے تنویر سے کہا۔

ہاں۔ بلڈاگ کو بلا لیں۔

تنویر نے جیسے ہی فائر کرنا چاہا۔ ایک دھماکہ ہوا اور پھر ایک لوہے کا ٹکڑا انتہائی تیزی سے اس کے بازو پر لگا۔ اور پھر وہ چیخ مار کر الٹ گیا۔

تنویر۔ عمران چیخا۔

اسی وقت نجمہ بھی آ گئی۔ عمران نے تنویر کو پکڑا۔ اس نے سر کو جھٹکا دیا۔ اور پھر عمران نے اس کے بازو پر پٹی باندھی۔ عمران بلڈاگ کی طرف بڑھا۔

فائرنگ کی آواز نے کسی بھی شور کی آواز کو نکلنے نہیں دیا۔

یر اور نجمہ دونوں نے فائرنگ شروع کر دی۔

اسی وقت عمران بھی بازو پکڑے ہوئے بلڈاگ کو لیے ہوئے ن کی طرف آ گیا۔

تنویر نے دو تین برسٹ مارے اور پھر وہ ان کی طرف متوجہ گیا۔

آگ تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔

میرا خیال ہے۔ تم اپنا سامان تباہ کر دو تو اچھا رہے عمران نے کہا۔

میں نے آٹو میٹک بم لگائے ہوئے ہیں دوست۔ ہلکا ا گولا یا فائرنگ انہیں چالو کر دے گی۔ بلڈاگ نے عمران بتایا۔

اور پھر انہوں نے پھرتی سے اپنا سامان سمیٹا اور سرنگ طرف لپکے۔

اسی وقت پوری عمارت ملبے کا ڈھیر بن گیا۔

یہ لوگ نچلے تہہ خانے میں آ گئے۔ اور پھر یہ بھاگتے ہوئے سرنگ میں داخل ہوئے۔ سب سے پیچھے تنویر اور نجمہ تھے۔ سے ہی یہ سرنگ میں داخل ہوئے ایک بار پھر دھماکہ ہوا اور ہ خانے کی چھت تیزی سے نیچے گری۔ اور پھر نجمہ کی ایک

طویل اور دردناک چیخ نے تنویر کو پاگل کر دیا۔ اگر تنویر کو عمرا
پھرتی سے نہ پکڑ لیتا تو تنویر بھی نجمہ کے ساتھ ختم ہو جاتا۔

عمران نے تنویر کو اٹھایا۔ اور اندر کی طرف لپکا۔ سرنگ میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔ کیونکہ سرنگ کا ادھر تہہ خانے والا منہ بند ہو تھا۔ مٹی اور گرد وغبار کا بادل ان کے ناکوں میں گھس آیا تھا۔

یہ لوگ بھاگتے ہوئے سرنگ کے ایک کھلے حصے میں آ گئے یہاں پر ایک کمرہ سا بنا ہوا تھا۔ یہ لوگ یہاں پر آ کر رک گئے

تنویر بے ہوش ہو گیا۔

بلڈاگ تقریباً سسک اٹھا۔

اسے ہوش میں لاؤ عمران۔ ورنہ یہ پاگل ہو جائے گا۔ بلڈاگ نے کہا۔

بل۔ تم نے میرے لیے اپنے تمام ساتھی ختم کرائے ہیں میں ایک عرض کرتا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ دونوں اک رہیں گے۔ عمران نے کہا۔

نہیں . . . . . عمران تم میرے دوست ہو۔ میں ک کا احسان نہیں لینا چاہتا۔ اب تو میں اپنے اس جنت سرز کے ٹکڑے کو آزاد کرانے کی کوشش کروں گا . . . . . . تم میرے اعمال کو ایک نئی زندگی دی ہے۔ یہ زندگی تمہاری امانت انشا اللہ اس میں خیانت نہیں کروں گا۔ بل انتہائی سنجیدگی سے بولا

اچھا بل۔ میں تمہارے کسی احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ لیکن نا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ایک ایک بات میرے دل پر نقش ی۔ جب مرضی آئے اپنے عمران کو آواز دے لینا۔ میں تمہاری وانہ پر اپنا خون نچھاور کر دوں گا۔ عمران نے اسے گلے سے لگاتے ئے کہا۔

اب یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ عمران۔ جب فوج کا پہرہ ٹ جائے گا۔ یہاں سے نکل جانا۔ بل نے کہا۔

اچھا بل۔ عمران نے کہا۔

اور پھر تنویر کو ہوش میں لایا گیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔

عمران نجمہ مر گئی۔ نجمہ مر گئی۔ تنویر نے کہا۔

نہیں دوست۔ نجمہ نہیں مری۔ نجمہ زندہ ہے میرے بھائی عمران ے کہا۔

میری بہن مر گئی ہے۔ تنویر تم سے زیادہ تو مجھے دکھ ہے کہ میں س کے لاڈ چاؤ بھی نہ پورے کر سکا۔ بل نے کہا۔

"میں نجمہ کی لاش نکال کر لاؤں گا"

تنویر اٹھا۔

نہیں تنویر۔ تم پاگل ہو۔ وہ ملبے کے نیچے پس چکی ہے۔

نہیں۔ وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ تنویر چیخا۔

ہوش کرو تنویر۔ ہوش کرو۔ کیوں دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ عمران ے کہا۔

میں اسے ضرور نکال لاؤں گا۔ میں اسے نکالوں گا۔ وہ مجھے آواز دے رہی ہے۔ تنویر نے کہا۔

صبر کرو تنویر۔ صبر کرو۔ مرنے والے لوٹ کر نہیں آیا کرتے۔

اور پھر تنویر اٹھ کر جانے لگا۔

لیکن عمران نے اسے پکڑ لیا۔

اور پھر ان دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے میری نجمہ بلا رہی ہے۔

پاگل ہو رہے ہو تنویر۔ ہوش کرو۔

تم میرے دشمن ہو۔ تم نے نجمہ کو مارا ہے۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔

اور پھر تنویر نے پوری قوت سے عمران کے چہرے پر ٹکر رسید کی۔ لیکن عمران نے انتہائی مشکل سے اسے سنبھالا اور پھر اس پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔

اور تنویر نے ہچکیاں لے لے کر رونا شروع کر دیا۔ وہ روتا رہا۔ اور عمران اس کے چہرے کو انتہائی معصوم انداز سے دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ تقریباً ہو گیا۔

اس کو صدمہ بہت زیادہ ہے دوست۔ بل نے کہا۔

ہاں۔ کوشش کروں گا۔ اسے زیادہ دکھ نہ پہنچے۔ عمران نے کہا۔

اور پھر یہ لوگ پکے فرش پر سو گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ لوگ گھوڑے بیچ کر سو گئے ہوں۔

جب یہ سو کر اٹھے تو عمران ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اسی وقت بل ڈاگ اندر آ گیا۔

ایک عرض ہے عمران صاحب۔ آپ اپنی کہانی تو سنا دیں۔

اونہہ۔ . . . کیا کرو گے سن کر یار۔ رو پڑو گے۔ بڑی دردناک کہانی ہے اور مصنف صاحب کی زبانی ہے۔ اچھا تو سنو۔ . . .

میں اور تنویر پاکستان کی سیکرٹ سروس سے منسلک ہیں۔ ہمیں یہاں سے اطلاع ملی کہ ہمارا ایک ایجنٹ غدار ہو گیا ہے اور اس نے فائل کا سودا کر لیا ہے۔ ہمارے چیف نے مسٹر تنویر کو یہاں بھیج دیا۔ جب انھوں نے یہاں آ کر اس پر ہاتھ ڈالا تو اس غدار شخص نے ایک تابوت بنوایا اور اس میں کئی خفیہ خانے رکھ کر فائل اس میں رکھ دی اور ایک مردہ کی لاش کو ہسپتال سے اغوا کر کے اس میں بند کر کے قبرستان میں رکھ دیا۔ ہمارے آدمی اس کے پیچھے رہے لیکن اسی وقت حکومت نے وہ تابوت حاصل کر لیا اور مظفر کو انھوں نے گولی مار دینے کا فیصلہ کر لیا۔ جونہی وہ تابوت کا راز بتاتا اسے گولی مار دی جاتی۔ تنویر کی اطلاع پر میں یہاں پہنچا اور بھیس بدل کر تم سے آ ٹکرایا۔

اس کے بعد کی کہانی تم جانتے ہی ہو۔ شکریہ ہوا کہ اب میں وہ فائل لے کر جا رہا ہوں . . . . . . مظفر کے ختم ہونے سے ہم تابوت کے راز کو پردہ میں رکھنے پر بچ گئے۔ ورنہ اگر فائل ان کے ہاتھ لگ جاتی تو شاید ہم کسی دوسرے ملک کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔

ہمارے پلان وقت سے پہلے منظر عام پر آجاتے اس مہم میں سب سے زیادہ مدد تمھاری شامل ہے۔ میرے دوست۔

چھوڑو عمران صاحب۔ لیکن آپ نے ہمیں بچانے کے لیے یہ چکر کسی کی مدد سے چلایا۔ وہ شخص کون تھا۔ تنویر نے پوچھا۔

وہ ایک محب وطن گوریلا تھا۔ ایک عرصہ تک میرا دوست رہ چکا ہے۔ اس وجہ سے یہ پلان کامیاب ہوگیا۔ میں نے ثابت بھی کی مدد سے نقلی تیار کرایا تھا۔ اور فائل بھی جعلی تھی۔ سمجھے میرے دوست۔

بہت خوب عمران صاحب۔ آپ تو بس آپ ہی ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ تمھیں اپنے دل میں سجالوں۔

خدا کے لیے ایسا ظلم نہ کرنا۔ ورنہ میرا پبلشر پریشان ہوجائے گا ساری . . . . ہمارا چیف پریشان ہو جائے گا۔ اور پھر یہ لوگ کافی دیر تک ہنستے رہے۔

اس سرنگ میں انہیں تقریباً بارہ گھنٹے گزر گئے تھے۔ عمران سو کر اٹھا تو بل اسے جاگتا نظر آیا۔ اس نے بل کو بلا کر پوچھا۔

باہر کی پوزیشن کیا ہے۔

اب لائن کلیئر ہے۔ میرا خیال ہے نکل جانا چاہیے۔ بل نے کہا۔

ہاں بل۔ تنویر کو اٹھاؤ۔ میں ذرا باہر دیکھ آؤں۔ عمران نے کہا۔

تنویر سو کر اٹھا تو اس کے ستے ہوئے چہرے پر غور و فکر کی کیفیت پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ سرنگ کے دوسرے حصے کو حسرت نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

تنویر۔ اب کیا حال ہے۔ گھبراؤ مت۔ محبت کا نام ہی ہے۔ بل نے کہا۔

اچھا ہوا دوست۔ ورنہ تنویر فرض سے منہ پھیر لیتا۔ اور ناکام گھریلو کہانی جنم لیتی۔ تنویر نے کہا۔

تم بہت عظیم ہو تنویر۔ بہت ہی عظیم۔ میں تمھیں رکھوں گا۔

بل نے کہا۔

نہیں دوست۔ پہلے خیال تھا کہ میں ایک انسان ہوں کرنے
والا انسان۔ لیکن اب محسوس ہوا کہ میں تو ایک فرض فرض
جو کسی سے پیار نہیں کر سکتا۔ تنویر نے کہا۔

سوچنا چھوڑ دو دوست۔ صرف فرض یاد رکھو۔ بل نے کہا
میں تمھیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ نجمہ۔ تم نے مجھے ایک زندگی
دی ہے۔ ایک نیا اسرار۔ تنویر مسکرا اٹھا۔

اسی وقت بل کے سگار بکس سے بپ بپ کی آواز
نے سگار بکس نکال لیا۔ سگار بکس کو اس نے عجیب طریقے سے
کھولا۔ اور پھر دو تین بار سیٹی کی آواز کو بدلا۔

ہیلو۔ ہیلو۔ ڈبی اسپیکنگ اوور۔

بل ٹو ۔ ۔ ۔ ڈاگ اوور۔

باس۔ کیا بات ہو گئی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ اوور
ہم محفوظ ہیں اور آنے والے ہیں۔ کیا تم ہمیں لینے آ سکتے ہو
اوور کس جگہ باس۔ اوور۔

گلی نمبر ۲ بائیں سائیڈ۔ گٹر نمبر ۱۰ اوور۔

او کے باس۔ کیا کوئی خطرہ زیادہ ہے۔ اوور۔

خطرہ بہت زیادہ تھا دوست۔ اب تو چاروں طرف تباہی پھیلی
ہوئی ہے۔ اوور۔

اوہ۔ تو سب کچھ تباہ ہو گیا۔ اوور۔

ہاں دوست۔ ہم پناہ گاہ نمبر ۲ میں ہیں۔ اوور۔

او کے باس۔ لیکن آپ ابھی تک اطلاع نہیں دی۔ اوور

یہ ایک مصلحت تھی دوست۔ شکر ہے میرے دو دوست ہیں
باقی کوئی نہیں بچا اوور۔

میں آرہا ہوں باس انتظار کریں اوور۔

اچھا۔ ۔ ۔ ٹھہرو۔ ہمارے لیے کپڑوں اور کھانے وغیرہ کا
بندوبست کرتے آنا اوور۔

او کے باس ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا مطلب ہے کہ میک اپ
کا بھی سامان لیتا آؤں اوور۔

بہت اچھے۔ جلدی کرو اوور۔

میں کوڈ ورڈز میں اپنے آنے کی اطلاع کروں گا۔ باس اوور۔

او کے اوور اینڈ آل۔

بل نے سگار بکس بند کیا اور اپنے چاروں طرف غور سے دیکھنے
لگا۔ اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک پیدا ہو گئی اور پھر وہ
تنویر کو غور سے دیکھنے لگا۔ تنویر کی حالت اب اس سے پہلے سے
بہتر محسوس ہوتی۔ وہ خوش ہو گیا کہ چلو تنویر بیچارہ جسے اس مہم میں
سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ چلنے کے قابل تو ہو گیا ہے۔ اور پھر
وہ عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔

عمران صاحب . . . . . اس مہم میں ہمارے اچھے اچھے ساتھی کام آ گئے ہیں۔

ہاں دوست۔ مرنے والے ہی اس مہم کے ہیرو ہیں۔

تم اپنی پٹی دوبارہ کرالو۔ عمران نے تنویر سے کہا۔

نہیں۔ جب زیادہ تکلیف ہوگی۔ کہہ دوں گا۔

یہ لوگ باتیں کرتے رہے لیکن تنویر صرف خلاء میں نظریں جمائے سوچوں میں گم تھا۔ وہ ان کی ہونے والی باتوں کی طرف بہت کم متوجہ تھا۔

کافی دیر بعد بل نے چونک کر گھڑی دیکھی۔ اور پھر وہ ان کو لے کر ایک سوراخ کے قریب آگیا۔ صاف ستھرے گٹر کو اتنا وسیع اور شفاف دیکھ کر یہ پہلے ہی حیران ہو رہے تھے لیکن اس وقت یہ ایک اچھی پناہ گاہ بھی تھا اور ایک خطرناک چوہے دان بھی یہاں وہ منٹوں میں بھون دیئے جا سکتے تھے۔

بل مضطرب انداز میں ٹہلتا رہا۔

کس کا انتظار کر رہے ہو۔ ؟

میرا ایک ساتھی آئے گا۔ جسے میں نے ابھی کال کی ہے۔

وہ بڑھتی ہوئی رات کو مضطرب انداز میں دیکھنے لگا۔

اسی وقت باہر سے مخصوص انداز میں کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ بل نے چونک کر ہارن کی آواز کو سنا اور پھر وہ ڈھکنے کو اٹھا کر

دیکھنے کی بجائے گٹر کے خول کو کھٹکھٹانے لگا ایک مخصوص انداز میں اور پھر باہر سے بھی ویسی ہی آواز سن کر یہ لوگ مطمئن ہو گئے۔ اسی وقت ڈھکنا اٹھنا شروع ہو گیا۔ انھوں نے پوزیشن سنبھال لی۔ ڈھکنا پورا کھلا اور ایک دبلا پتلا شخص اندر کود آیا۔ بل نے اسے دیکھ کر مطمئن انداز میں اشارہ کر دیا۔ اس نے ایک گٹھری ان کی طرف بڑھا دی۔ اور گٹر پھر سے بند ہو گیا۔

عمران نے جلدی جلدی ان سب کا میک اپ شروع کر دیا۔

بہت اچھے ماسٹر عمران آپ تو کمال کرتے ہیں۔

دیکھ لو۔ عمران مسکرایا۔

۔ اور پھر کھانے کے بعد یہ لوگ رات کے تاریک اندھیرے میں باہر نکلے۔ اور بند ویگن میں بیٹھ گئے۔ وین تیر کی مانند نکلتی چلی گئی۔

تمھاری فریکونسی کون سے نمبروں پر سیٹ ہوتی ہے۔

بل نے عمران کو نمبر بتانے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ جگہ جگہ رکاوٹوں اور فوجیوں کی زبردست چیکنگ سے بچنے کا سہرا بل کے ساتھی کے سر رہا۔ وہ مخصوص کوڈ بتاتا اور گاڑی جلدی نکال لیتا۔ اب وہ آخر رکاوٹ کو بھی خیر خیریت سے عبور کر آئے۔

عمران نے اپنی جیبوں کو تھپتھپایا اور غور سے اونگھتے ہوئے زخمی تنویر کو دیکھنے لگا۔ گاڑی اونچے نیچے راستوں پر دوڑتی رہی۔ اب

یہ ایک ساحلی علاقے میں داخل ہو گئے۔ ایک تاریک جگہ پر گاڑی رک گئی اور یہ لوگ باہر نکل آئے۔ اور سمندر کے وسیع و عریض سینے پر انھیں ایک لانچ کا ہیولہ نظر آیا۔ یہ لوگ خاموشی سے لانچ کی طرف بڑھے۔

انھوں نے لانچ کے آس پاس غور سے دیکھا۔ اور پھر ایک جگہ اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

قادر بخش۔ تم ان کے ساتھ جاؤ گے۔ حفاظت سے پہچانا تمھارا کام ہوگا۔ بل نے اپنے ساتھی سے کہا۔

او کے باس۔ آپ حکم کریں۔ جان حاضر ہے۔

اچھا میرے عظیم ساتھیو۔ میں زندگی بھر تمھیں نہیں بھول سکوں گا۔ مسٹر تنویر آپ واقعی عظیم آدمی ہیں۔ اور عمران صاحب کا تو مرید ہو گیا ہوں۔

ارے نہیں میرے دوست۔ اتنی بلندی پر نہ لے جاؤ کہ ہمیں گرنے کا خوف ہماری آدھی جان سلب کرے۔ عمران نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

خدا حافظ میرے دوست۔ ہر برے وقت میں ہمیں یاد کر لینا۔

بہتر۔ عمران صاحب ۔ ۔ ۔ خدا حافظ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لانچ سٹارٹ ہو گئی۔ اس میں اسلحہ کافی مقدار میں رکھا ہوا نظر آیا۔ بل کافی دور تک رومال ہلاتا نظر آتا رہا۔ اور پھر اندھیرے میں

مدغم ہو گیا۔ لانچ سمندر کے وسیع و عریض سینے پر اٹھکیلیاں کرتی ہوئی اپنی ادائیں دکھاتی ہوئی موجوں سے پیہم ٹکراؤ اور پانی کی روانی کو کاٹتی ہوئی بڑھتی رہی۔

عمران لانچ کے ایک حصے پر کھڑا غور سے دور ایک ہیولہ کو دیکھتا رہا۔ وہ ہیولہ بل ہی کا تھا۔ وہ بالکل سنجیدہ دکھائی دیا۔ اور پھر اس نے جیب سے ایک چپٹا سا بکس نکال لیا جو وائرلیس سیٹ تھا۔ وہ ایکس ٹو کو اپنی خیریت سے پہنچنے کی اطلاع دینے لگا۔

تنویر عمران کے قریب پہنچ گیا۔

یہ کیا ہے۔ عمران صاحب۔

یہ حاجی مظفر الدین کا وائرلیس سیٹ ہے۔ جو وطن کے ناموس کا محافظ نہ بن سکا۔

اس نے بے جان وائرلیس سیٹ کو نفرت سے گھورا ۔ ۔ ۔ ۔

اور پھر وہ تنویر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

تنویر پیارے۔ تم نے اس مہم میں بہت عظیم قربانی دی ہے۔

ہیں۔ عمران صاحب۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ آپ لوگ مجھے ناکارہ سمجھتے تھے۔ نا۔ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ میں ناکارہ نہیں ہوں۔ اور پھر مظفر ہمارا سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ وہ غدار ہو گیا اسے اس کی سزا مل گئی اور دوسروں کو عبرت ہو گئی۔ وہ کاغذات کا سودا دولت اور شہرت کی خاطر کر رہا تھا۔ اسے ایسی ہی اذیت ناک

سزا ملنی چاہیے تھی۔ اس سے آئندہ کوئی ممبر ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ وہ تو شکر ہے کہ ایکس ٹو نے مجھے بروقت مظفر کی غداری سے آگاہ کر دیا ورنہ ملک میں وہ طوفان بپا ہوتا کہ ہماری سالمیت ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی۔ تنویر نے غصّے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

تنویر۔ تم بہت ہی گریٹ ہو۔

نہیں۔ عمران صاحب۔ یہ سب آپ کی صحبت کا اثر ہے۔ میرا ایک مشورہ ہے عمران صاحب۔ کہ میری اس محبت کا ذکر نہ کرنا۔

ایسا ہی ہوگا میرے دوست۔

تنویر ریلنگ کے سہارے کھڑا ہوگیا۔ عمران یہاں سے چلا گیا۔ وہ تنویر کی اداسی کا مطلب سمجھتا تھا۔

تنویر غور سے پانی کی بپھری ہوئی موجوں کو دیکھنے لگا۔ پرسکون سمندر میں جوار بھاٹا کی پرواہ کیے بغیر چھوٹی بڑی مچھلیاں ایک دوسرے سے پیار کرتی نظر آئیں۔

لانچ کے چلنے کی آواز اور لہروں کے پرشور سنگم سے ایک دلفریب ساز کا گمان ہو رہا تھا۔ وہ ان سازوں میں تقریباً کھو گیا۔ اور پھر اسی وقت وہ چونک اٹھا۔ لہروں کے بیچ میں انتہائی سفید ترین کپڑوں میں ملبوس اسے ایک پیکر نظر آیا۔ . . . . . وہ بے اختیار بڑبڑایا . . . . . .

نجمہ . . . . . . تم نے میرے لیے بہت عظیم قربانی دی

ہے۔ تم میری زندگی ہو نجمہ . . . . . میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا . . . . . لہروں پر پانی کے سنگم پر اس نے کھڑی ہوئی نجمہ کو دوبارہ دیکھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اسے الوداع کہہ رہی ہو۔ اور پھر تنویر نے بے اختیاری میں ہاتھ ہلانا شروع کر دیا۔ دور کھڑی نجمہ بھی اسے الوداع کرتی رہی۔

اور پھر پانی کے اندر نجمہ کا پیکر غائب ہونا شروع ہوگیا۔ اس نے جب اسے پانی میں ڈوبتے دیکھا تو وہ اپنے خیالات سے چونک اٹھا۔

اس کی آنکھوں سے دو قیمتی موتی ٹپکے اور سمندر کی پرشور مضبوط اور طاقتور لہروں میں جذب ہو گئے۔

اور پھر وہ تقریباً رو پڑا شاید اس کے رونے سے سمندر کا دل بھی پسیج گیا اور پھر شاید سمندر بھی رو پڑا لہروں کے سوگ نما شور سے بین کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ دو عظیم شخصیتیں سمندر اور انسان روتے رہے۔

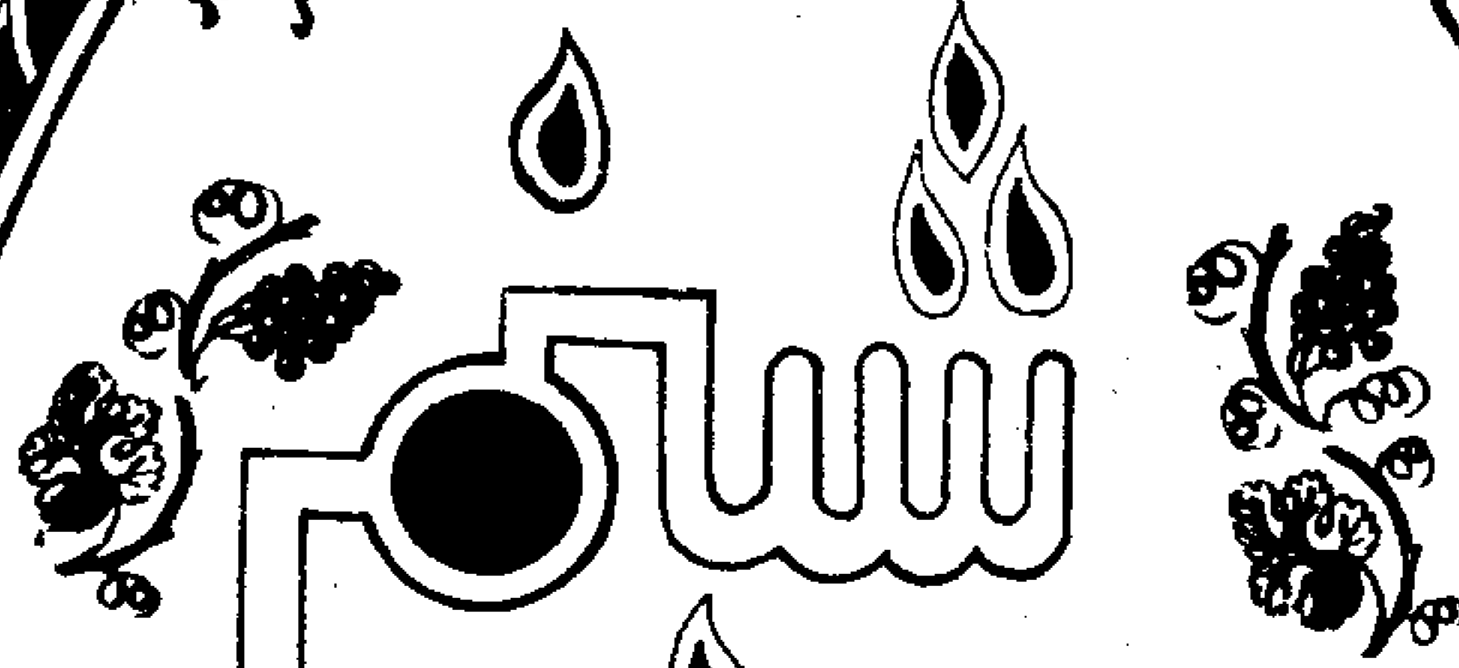
ختم شد

جھوٹی دنیا، سچ، خالق، "دھوپ کا سفر" اور "مہندی لگی میرے ہاتھ" جیسے بے مثال اور
لازوال ناولٹ تخلیق کرنے والی ماہنامہ "کرن" کی انعام یافتہ مصنفہ

عذرا بانو عرشی

کے حقیقت نگار قلم سے ایک

شاہکار ناول



ذات پات کی اس دیوارِ چین کی کہانی جس سے سر ٹکرا ٹکرا کر کئی معصوم محبتیں **فنا** ہو گئیں۔

ستم معاشرتی تقسیم اور طبقاتی اونچ نیچ کے ان خود ساختہ، تباہ کن اصولوں کی داستان جنہیں اس جدید دور میں بھی، ستم نے اپنے گلے کا طوق بنا رکھا ہے۔ نفسانیت اور خود غرضی کے اس دور میں بھی کچھ ایسے لوگ یقیناً موجود ہیں جنکے دلوں میں سچی محبت کی شمع روشن ہے۔ جن کے چہروں پر انسانیت کا نور ہے جو محبتیں بانٹنے کا عہد کر کے دنیا میں آئے ہیں۔

ستم آپکے اپنے معاشرے کے جانے پہچانے چہروں اور جیتے جاگتے کرداروں کی ایک ایسی سلگتی ہوئی، دلگداز داستان ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا

سفید کاغذ۔ خوبصورت سرورق۔ اعلیٰ طباعت۔ قیمت ۳۰ روپے صرف

جمال پبلشرز

اندرون لوہاری گیٹ ○ ملتان شہر

عاشق مزاج لوگوں کیلئے بطورِ

خاص

رومانی غزلیں

قیمت چھ روپے

مُرتّب

امین راہی

فوری آرڈر ارسال فرمائیں

روبی پبلی کیشنز

اردو بازار لاہور